سنی سلفی اسلام میں متعہ حلال

شکریہ سبعہ احراف

قرائت ابن عباس

آیت زیرِ بحث میں ایک شاذ قراءت جو ابنِ عباسؓ، ابی بن کعبؓ، وغیرہ سے مروی ہے۔ جس میں الی اجلٍ مسمّیً کے الفاظ آئے ہیں۔ جس سے شیعہ حضرات نے متعہ کی حلت پر استدلال کیا ہے۔ مگر یہ اِستدلال کئی ایک وجوہ سے مخدوش ہے۔

ا:۔ اوّلاً:۔

یہ الفاظ بطورِ قرآن ثابت نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر یہ الفاظ قرآن کے ہوتے تو مصحفِ عثمانی رضؓ میں ضرور درج ہوتے۔ اور تمام صحابہؓ اور اُمتِ مسلمہ کا اِجماع ہے کہ جو کچھ مصحفِ عثمانی میں ہے وُہی قرآن ہے۔ اور جو اُس میں درج نہیں وُہ قرآن نہیں ہے۔ اِلیٰ اَجَلٍ مُسَمًّی کے الفاظ چونکہ قرآن میں درج نہیں ہیں لہٰذا قرآن کے الفاظ سمجھ کر اُن سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

Monthly Rushad Qiraat No. Based Quran Will Allow Muta Mutah in Salafi Sunni Islam

Compiled by: Rana Ammar Mazhar

کتاب حدیث

صحیح بخاری

کتاب

تفاسیر کا بیان

باب

سورۃ بقرہ یا سورۃ فلاں فلاں کہنے میں کوئی حرج نہ ہونے کا بیان

حدیث نمبر

4684

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ حَدِيثِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ أَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَمَعْتُ لِقِرَاءَتِهِ فَإِذَا هُوَ يَقْرَؤُهَا عَلَى حُرُوفٍ كَثِيرَةٍ لَمْ يُقْرِئْنِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلَاةِ فَانْتَظَرْتُهُ حَتَّى سَلَّمَ فَلَبَبْتُهُ فَقُلْتُ مَنْ أَقْرَأَكَ هَذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ تَقْرَأُ قَالَ أَقْرَأَنِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهُ كَذَبْتَ فَوَاللَّهِ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُوَ أَقْرَأَنِي هَذِهِ السُّورَةَ الَّتِي سَمِعْتُكَ فَانْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقُودُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى حُرُوفٍ لَمْ تُقْرِئْنِيهَا وَإِنَّكَ أَقْرَأْتَنِي سُورَةَ الْفُرْقَانِ فَقَالَ يَا هِشَامُ اقْرَأْهَا فَقَرَأَهَا الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ اقْرَأْ يَا عُمَرُ فَقَرَأْتُهَا الَّتِي أَقْرَأَنِيهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ

ابوالیمان، شعیب، زہری، عروہ، مسور بن مخرمہ وعبدالرحمن بن عبدالقاری، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہشام بن حکیم بن حزام کو سورۃ فرقان پڑھتے ہوئے سنا، میں نے غور سے جوان کا پڑھنا سنا تو وہ اس طریقے سے پڑھ رہے تھے کہ میں نے کبھی اس طرح نہیں پڑھا تھا، میں نے سوچا کہ نماز ہی میں اس کی درگت بناؤں، مگر میں نے نماز ختم کرنے کا انتظار کیا، جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں ان کے گلے میں چادر ڈال دی، پھر میں نے پوچھا کہ یہ سورت تم کو کس نے پڑھائی ہے، جو میں نے ابھی سنی ہے، وہ بولے اس سورت کی مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی ہے، میں نے کہا تم جھوٹے ہو، اللہ کی قسم! یہ سورت جو میں نے تم سے سنی مجھے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی ہے (مگر تم اور طرح پڑھ رہے ہو) میں انہیں کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ان کو میں نے سورت فرقان پڑھتے ہوئے ایسے طریقہ پر سنا ہے کہ میں نے اس طریقے پر نہیں پڑھی، حالانکہ مجھے آپ نے (خود) سورت فرقان پڑھائی ہے، آپ نے فرمایا اے ہشام! سورت فرقان سناؤ، انہوں نے اسی طرح پڑھا جس طرح میں نے سنا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح (یہ) سورت اتری ہے، اس کے بعد فرمایا اے عمر! تم بھی پڑھو، میں نے بھی اسی طرح پڑھنا شروع کیا، جس طرح آپ نے مجھے پڑھایا تھا، آپ نے فرمایا یہ سورت اسی طرح اتری ہے، اس کے بعد آپ نے فرمایا قرآن شریف سات قرائتوں میں اترا ہے، تم جو آسانی سے پڑھ سکو، پڑھو۔

کتاب حدیث

سنن ابن ماجہ

کتاب

زہد کا بیان

باب

- جنت کا بیان

حدیث نمبر

4327

حَدَّثَنَا أَبُو بَکْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّی اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَی قَلْبِ بَشَرٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَمِنْ بَلْهَ مَا قَدْ أَطْلَعَکُمْ اللَّهُ عَلَيْهِ اقْرَئُوا إِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَائً بِمَا کَانُوا يَعْمَلُونَ قَالَ وَکَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقْرَؤُهَا مِنْ قُرَّاتِ أَعْيُنٍ

ابو بکر بن ابی شیبہ، ابومعاویہ، اعمش، ابی صالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے وہ سامان اور لذتیں تیار کی ہیں جنکو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر وہ گزرا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ان لذتوں کو تو چھوڑ دو جن کو اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا ان کے سوا کتنی بے شمار لذتیں ہوں گی اگر تم چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَائً بِمَا کَانُوا يَعْمَلُونَ) تک۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں قراۃ العین پڑھتے تھے جمع کیساتھ اور مشہور قرائت قرۃ اعین ہے بہ صیغہ واحد یعنی کوئی نفس نہیں جانتا جو مومنین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈکیں چھپا کر رکھی گئی ہیں یہ بدلہ ہے ان کے نیک اعمال کا۔

کتاب حدیث

موطا امام مالک

کتاب

ترکے کی تقسیم کے بیان میں

باب

اخیافی بھائی یا بہنوں کی میراث کا بیان

حدیث نمبر

2020

کہامالک نے ہمارے نزدیک یہ حکم اتفاقی ہے کہ اخیافی بھائی اور اخیافی بہنیں جب کہ میت کی اولاد ہو یا اس کے بیٹے کی اولاد ہو یعنی پوتے یا پوتیاں یا میت کا باپ یا دادا موجود ہو تو ترکے سے محروم رہیں گے البتہ اگر یہ لوگ نہ ہوں تو ترکہ پائیں گے اگر ایک بھائی اخیافی یا ایک بہن اخیافی ہو تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا اگر دو ہوں تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اگر دو سے زیادہ ہوں تو ثلث (تہائی) مال میں سب شریک ہوں گے برابر برابر بانٹ لیں گے بہن بھی بھائی کے برابر لے گی کیونکہ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے جو کلالہ ہو یا کوئی عورت مر جائے کلالہ ہو کر اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن (اخیافی جیسے سعد بن ابی وقاص کی قرائت میں ہے) ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا گر اس سے زیادہ ہوں (یعنی ایک بھائی اور ایک بہن یا دو بہنیں دو بھائی یا اس سے زیادہ ہوں) تو وہ سب ثلث (تہائی) میں شریک ہوں گے (یعنی مرد اور عورت سب برابر پائیں گے۔

Muta Will be allowed in One Quran out of Twenty Qurans Versions for Salafies Sunnis by Monthly Rushad ----Qiraat No 1.pdf, Rushad Qirat No. Part 2.pdf, Rushd Qirat No3.pdf

Muta (Mut'ah, Mutah, Muttah, Mutah, Mutta) Will be allowed in One Quran Out of Twenty Qurans Versions for Salafies Sunnis by Saba'tu Ahruf Compilation.

As the Verse of Mutah (فما استمتعتم بہ منھن إلی أجل مسمی) is preset in Ahadith / Tafseer Based Qiraat, so a Quran compiled by different versions of Qiraat will allow Muttah in Salafi Sunni Islam.

Congratulations! Think Again!

Detailed Rebuttals To:

ماہنامہ رشد کا علم قراءت نمبر (حصہ اول)

http://kitabosunnat.com/kutub-library/article/urdu-islami-kutub/quran-aur-uloom-ul-quran/31-qirat-saba-wa-ashra/435-monthly-rushad-ka-qirat-no.html

ماہنامہ رشد کا علم قراءت نمبر (حصہ دوم)

http://kitabosunnat.com/kutub-library/article/urdu-islami-kutub/quran-aur-uloom-ul-quran/31-qirat-saba-wa-ashra/437-monthly-rushad-ka-qirat-no.html

ماہنامہ رشد کا علم قراءت نمبر (حصہ سوئم)

http://204.188.223.9/kutub-library/article/urdu-islami-kutub/quran-aur-uloom-ul-quran/31-qirat-saba-wa-ashra/584-mahnama-rushd-ka-ilam-e-qirat-number3.html

Content

DETAILED REBUTTALS TO: 6

ABSTRACT: 8

AITERAFAT SAHIH BUKHARI 9

SABA AHRUF OF SAHIH BUKHARI BY KASHIF ALI 12

صحیح البخاری کی سبعہ احرف 12

HURMAT E MUTA 14

MODOODI SAHIB AOR MUTAH 21

AHLE RUSHAD KA JAWAB AUR SABA'TU AHRUF BY SAYYED SALEEM SHAH 23

سبعہ احرف اور ماہنامہ رشد 23

ایں چنیں ارکانِ دین--- 23

MYUNAKH (MUNICH, GERMANY) KA QURAN PALACE AUR SABA'TU AHRUF BY ENGR. FAROOQI 35

WWW.KITABOSUNNAT.COM, RUSHD QIRAT NO 3 43

WWW.KITABOSUNNAT.COM, RUSHD QIRAT NO 3 61

Abstract:

The (فما استمتعتم به منهن إلى أجل مسمى) Muta Verse is present in Hadith & Tafsir Books, but not present in Holy Quran. As Verse of Mutah (فما استمتعتم به منهن إلى أجل مسمى) is preset in Ahadith & Tafseer based Qiraat, so a Quran compiled by different versions of Qiraat will contain this Verse & allow Muttah in Sunni Salafi Islam. After compilation of Qiraat based Twenty Qurans, this (فما استمتعتم به منهن إلى أجل مسمى) Muta verse will become part of recitation, & no one will be able to reject it as it will be the part of Quran, and then Muta (legal prostitution, as called by Sunni Salafies) will be legalized in Sunni Salafi Islam. The (فما استمتعتم به منهن إلى أجل مسمى) Muta Verse is a part of **Tafsîr Ibn ʿAbbâs as,** "it is also said that this means: so that you should seek with your money marrying women for an agreed period of time (zawaj al-mut'ah)".

After writing in Quran, the said verse will not be abrogated by any Hadith as it will be the part of Quran. Many other references are present in Salafi Sunni books to this claim. Some are presented in this compilation, the compiler is thankful to the authors of the articles taken from internet as such.

Aiterafat Sahih Bukhari

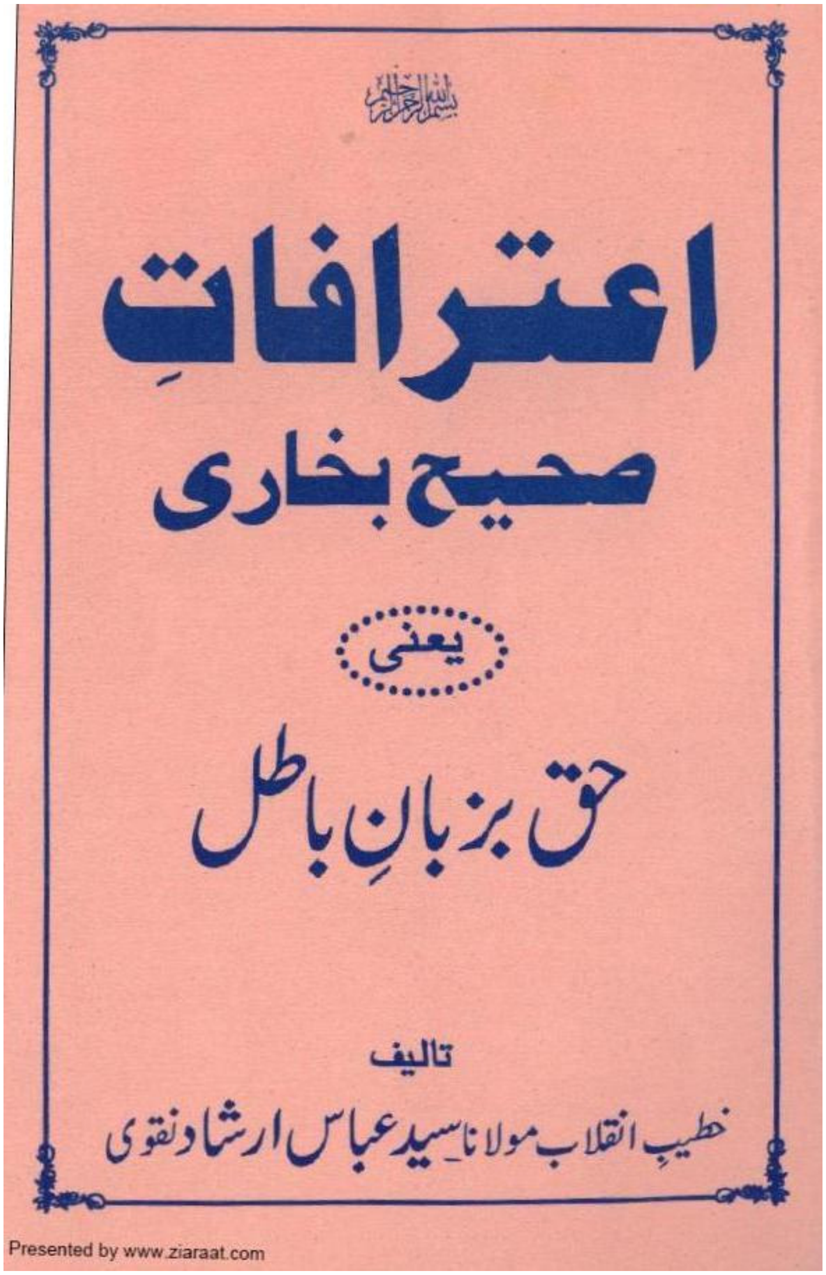

صحیح بخاری کی تیسری جلد سے

(101): ''متعہ کے لئے حکمِ رسولؐ۔''

﴿جلد 3 ، کتاب النکاح، باب 60، حدیث 106، صفحہ 68﴾

''حسن بن محمد نے حضرت جابر بن عبداللہؓ اور سلمہ بن اکوع سے روایت کی ہے کہ ہم ایک لشکر میں تھے تو رسولؐ اللہ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: مجھے اجازت مل گئی ہے کہ تم متعہ کر سکتے ہو، پس تم متعہ کرلیا کرو، سلمہ بن اکوع نے رسولؐ اللہ سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی آدمی اور عورت آپس میں تین (راتوں) تک عشرت کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں اگر وہ اس مدت کے اندر کوئی کمی یا بیشی کرنا چاہیں تو ایسا بھی کر سکتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ معلوم نہیں یہ اجازت ہمارے ساتھ خاص تھی یا عام لوگوں کو بھی اس کی اجازت ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کے منسوخ ہونے کو حضرت علیؑ نے نبی کریمؐ سے مرفوع روایت پیش کر کے واضح کر دیا ہے۔

نتیجہ : شیعوں پر متعہ کے مسئلہ پر تعن وطنز کرنے والے، صحیح بخاری کی اس روایت پر غور کریں کہ کتنی وضاحت کے ساتھ پیغمبرؐ نے متعہ کی اجازت دی ہے لیکن روایت کے آخر میں امام بخاری نے حضرت علیؑ کے حوالے سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ متعہ کی اجازت دی مگر پھر اس کو منسوخ کر دیا سوال یہ ہے اگر نبیؐ نے حکم متعہ کو منسوخ کر دیا تھا تو امام بخاری کو چاہئے تھا کہ کہ انہیں راویوں کے حوالے سے منسوخ ہونا ثابت کرتے

Presented by www.ziaraat.com

جنکے حوالے سے اجازتِ متعہ کی روایت درج کی ہے۔ یہ صرف شیعوں کی عداوت ہے جو انہوں نے حضرت علیؓ کا سہارا لیا، کاش حضرت علیؓ کا سہارا اہل بیتؓ کی محبت میں اختیار کرتے تو صحیح بخاری، حقیقت میں ''صحیح بخاری ہوتی''۔

28661663-Aiterafat-Sahih-Bukhari.pdf

Saba Ahruf of Sahih Bukhari by Kashif Ali

صحیح البخاری کی سبعہ احرف

محترم المقام! عزت مآب! فضیلۃ الشیخ! مفتی عبد الحنان صاحب مدظلہ وتعالٰی

السلام و علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے آپ ایمان اور صحت کی بہترین حالت میں ہوں گے۔ گزارش ہے کہ میں قرآن فہمی کا شائق اور تحقیق کا طالبعلم ہوں اس حوالہ سے ایک چھوٹی سی لائبریری بھی بنائی ہوئی ہے۔ اپنی اصلاح اور تحقیق کی غرض سے مختلف تحقیقی مضامین اور کتب کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ کچھ عرصہ پہلے کسی دوست کی وساطت سے جامعہ العلوم الاسلامیہ کی طرف سے شائع کردہ "ماہنامہ رشد" کے دو حصے پڑھنے کا موقع ملا۔ میری رائے میں ان دو حصوں میں محض علمی رعب اور دبدبہ جمانے کی غرض سے 1656 صفحات اور 99 مضامین لکھے گئے ہیں

جس میں صحیح البخاری کی سبعہ احرف والی حدیث کو غلط معانی پہنا کر پورے قرآن کے متن کو تبدیل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا گیا ہے

بنظر غائر مطالعہ کے بعد یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کلیتہ القرآن الکریم جامعہ لاہور کے فضلاء میں سے بارہ محقق اساتذہ نے "محنت شاقہ" فرما کر تین سال کے عرصے میں قرآن مجید کی غیر متداولہ قراءت کے 16 مصاحف تیار کر لئے ہیں اور صرف حواشی میں نہیں بلکہ قرآنی متن کی حیثیت سے 16 الگ مصاحف شائع کروانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ ان کا تعلق اہل حدیث مسلک سے ہے یہ مسئلہ اپنی جگہ ایک انتہائی پریشان کن مسئلہ ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے

1) بائبل کی طرح قرآن بھی غیر محفوظ تصور کیا جانے لگے گا

2) امت مسلمہ کے اندر شدید انتشار پھیلنے کا اندیشہ ہے

3) دشمنان اسلام وقرآن کے ہاتھ مضبوط ہونگے

اس سلسلہ میں بندہ عاجز نے بذریعہ تحریر و ٹیلی فون تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء، مفتیان عظام اور اہل علم حضرات سے رابطہ کیا ہے اور انہیں اس سلسلہ میں اپنا کردار ادا کرنے کی درخواست کی ہے۔ الحمدللہ ! اس پر بہت سے حضرات جن میں اہل حدیث حضرات بھی شامل ہیں اس پر کام کر رہے ہیں۔ خاص طور پر میری مولانا ارشاد الحق اثری صاحب سے بھی اس سلسلہ میں تفصیلی بات ہوئی ہے انہوں نے ہی مجھے آپ کو خط لکھنے کا کہا جس پر آپ کو یہ خط لکھ کر عرض گزار ہوں کہ آپ بھی اس سلسلہ میں اپنا کردار ادا کریں

اس مسئلہ پر کچھ مفتیان نے مجھے تحریری فتوے بھی ارسال کئے ہیں جن کی فوٹو کاپی ارسال خدمت ہے آپ کو خط لکھنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ آپ انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس سلسلہ میں فتویٰ تحریر کریں اور اپنے احباب میں تقسیم کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی ایک کاپی مجھے بھی ارسال کریں۔ امید واثق ہے کہ آپ میری عرضداشت پر ہمدردانہ غور فرماتے ہوئے عملی قدم اٹھائیں گے

والسلام

کاشف علی

ملتان روڈ بھائی پھیرو پھول نگر تحصیل پتو کی ضلع قصور پوسٹ کوڈ 55260

Hurmat E Muta

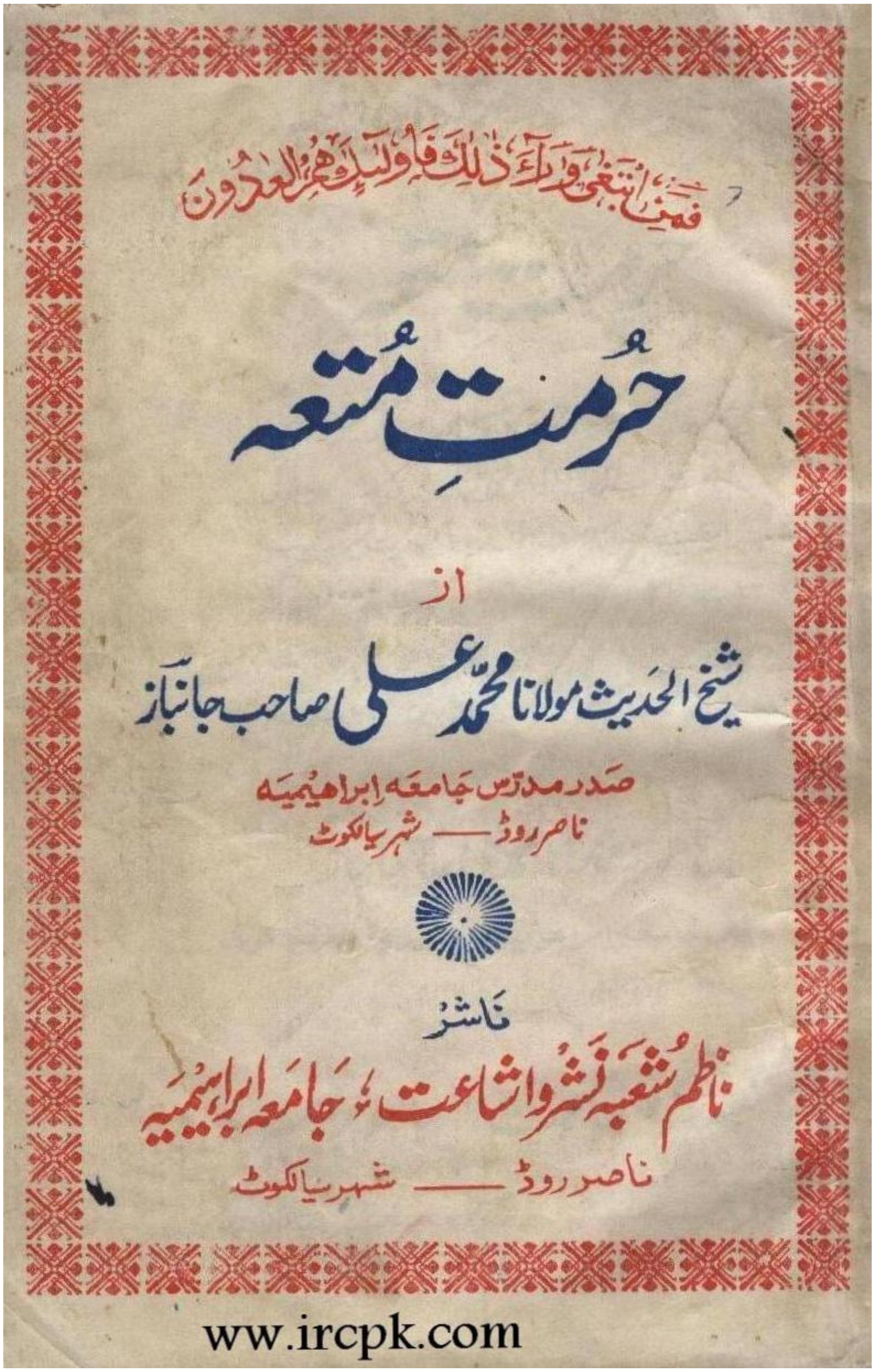

لہذا فاضل شیعہ کا بلند بانگ دعوی کہ یہ حلت متعہ پر نص جلی ہے اور تمام مفسرین اہل سنت نے کھل کر اس کی تائید کی ہے۔ صریحاً غلط بیانی، مغالطہ دہی اور کذب و افتراء ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

آیت زیر بحث میں ایک شاذ قراءت جو ابن عباس رضی، ابی بن کعب رضی، وغیرہ سے مروی ہے۔ جس میں الی اجلٍ مسمّیً کے الفاظ آئے ہیں۔ جس سے شیعہ حضرات نے متعہ کی حلت پر استدلال کیا ہے۔ مگر یہ استدلال کئی ایک وجوہ سے مخدوش ہے۔

۱:- اوّلاً:-

یہ الفاظ بطور قرآن ثابت نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر یہ الفاظ قرآن کے ہوتے تو مصحف عثمانی رض میں ضرور درج ہوتے۔ اور تمام صحابہ رض اور امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ جو کچھ مصحف عثمانی میں ہے وہی قرآن ہے۔ اور جو اس میں درج نہیں وہ قرآن نہیں ہے۔ اِلیٰ اَجلٍ مُسمّیً کے الفاظ چونکہ قرآن میں درج نہیں ہیں لہذا قرآن کے الفاظ سمجھ کر ان سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ شنقیطی رح فرماتے ہیں:-

والاکثر الاصولیین علیٰ ان ما قرأه الصحابی علیٰ انہٗ قرآن ولم یثبت	اکثر اصولیوں کا مسلک یہ ہے کہ صحابی رض جو الفاظ بطور قرآن پڑھے۔ اور وہ الفاظ بطور قرآن

کونه قرانًا[1] لا یستدل به علیٰ شیء لانهٗ باطل من اصله، لانهٗ لما لم ینقله الا علیٰ انهٗ قران نبطل کونهٗ قرانًا ظهر بطلانه من اصله۔

ثابت نہ ہوں تو اس سے استدلال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کی اصلیت ہی باطل ہے۔

⁂ ⁂ ⁂

۲:- ثانیًا:-

اگر ہم مان لیں کہ یہ الفاظ خبرِ واحد کی طرح قابلِ استدلال ہیں۔ جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے۔ تو بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ الفاظ اُس دلیل کے خلاف ہیں۔ جو اس سے زیادہ قوی ہے۔ یعنی اجماعِ اُمت۔ نیز ان احادیث کے بھی خلاف ہے جو نکاحِ متعہ کی حُرمت میں صریح، قطعی ہیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تحریم تا قیامت بیان کر دی ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی سبرہ بن مَعبد جُہنی رض کی روایت سے ثابت ہے۔ جو پہلے نقل کی جا چکی ہے۔

۳۔ ثالثًا:-

اگر ہم جدلی طور پر یہ تسلیم بھی کر لیں کہ یہ آیت حلّتِ متعہ پر دلالت کرتی ہے۔ تو شیعہ حضرات کو پھر بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ اس

[1] "تفسیر اضواء البیان ص ۳۲۳، ج ۱ -" ؛

کی اباحت منسوخ ہو چکی ہے۔ جیسا کہ متفق علیہا احادیث سے اس کا نسخ ثابت ہے۔

ابو بکر رازی لکھتے ہیں :۔

[1] لا یجوز اثبات الاجل فی التلاوۃ عند احد من المسلمین فالاجل اذاً غیر ثابت فی القران

اجل مسمّیٰ کے الفاظ قرآنِ پاک کی تلاوت میں کسی مسلمان کے نزدیک ثابت نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ قرآنی الفاظ نہیں ہیں۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ الیٰ اجلِ مسمّیٰ کے متعلق لکھتے ہیں :۔

[2] فقراءۃ بخلاف ما جآءت بہ مصاحف المسلمین وغیر جائز لاحد ان یلحق فی کتاب اللہ تعالیٰ شیئًا لم یأت بہ الخبر القاطع

ان الفاظ کی قرات شاذ ہونے کی بنا پر اُمت کے متفقہ قرآن کے خلاف ہے۔ بنابریں کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ قرآن میں کسی چیز کو شامل کرے جس کا قرآن ہونا قطعیت سے ثابت نہ ہو۔

---

[1] ۔ " بحوالہ فتح الملہم ص ۲۴۳ ج ۳ ۔ " ؛

[2] ۔ " بحوالہ فتح الملہم ص ۲۴۴ ج ۳ ۔ " ؛

آیت فما استمتعتم اور حضرت ابنِ عباسؓ

ترجمان القرآن حضرت ابنِ عباسؓ اس آیت کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں:-[1]

ان تبتغوا تزوجوا باموالكم (الى الاربع) ويقال ان تشتروا باموالكم من الاماء ويقال ان تبتغوا باموالكم تزوجهن وهي المتعة وقد نسخت الآن محصنين، متزوجين غير مسافحين غير زانين بلا نكاح فما استمتعتم استنفعتم به منهن بعد النكاح فآتوهن أجورهن فريضة مهورهن كاملة ولا جناح عليكم ولا جرم عليكم فيما تراضيتم به فيما تنقصون وتزيدون في المهر بالتراضي من

ان تبتغوا کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ اپنے اموال خرچ کر کے چار عورتوں تک نکاح کر سکتے ہو۔ اور یہ معنیٰ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ تم مال خرچ کر کے متعہ کرو۔ لیکن یہ متعہ اب منسوخ ہو گیا ہے۔ محصنین کا معنی نکاح کرنے والے اور غیر مسافحین کا معنی غیر زانی فما استمتعتم کا معنیٰ نکاح کے بعد فائدہ اُٹھانا۔ اجورھن کا معنیٰ کامل مہر ہے اور ولا جناح علیکم کا معنیٰ ان پر کوئی گناہ نہیں فی ما تراضیتم کا معنی مہر کی قرار داد ہو جانے کے بعد آپس کی رضامندی سے تمہارے درمیان مہر کی کمی بیشی کے سلسلہ میں اگر کوئی سمجھوتہ ہو

[1] تفسیر ابن عباس رضؓ ۔ ۶۹

بعد الفریضۃ الا دنی التی سمیتم لہا۔ ان اللہ کان علیما۔ فیما احل لکم النکاح حکیما فیما حرم علیکم المتعۃ	جائے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ نے نکاح تمہارے لئے حلال کیاہے۔ اس کے لئے وہ علیم ہے۔ اور متعہ حرام کیاہے۔ اس کے لئے وہ حکیم ہے۔

حرمتِ متعہ پر اجماعِ اُمت

متعہ کے تا قیامت حرام ہونے پر جیسے تمام صحابہ رضہ کا اجماع ہے ایسے ہی صحابہ کے بعد تابعین، ائمہ دین اور تمام علماءِ اُمت کا بھی اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ چنانچہ ذیل میں کُتبِ اہلِ سنت سے اس سلسلہ میں مختلف تصریحات ملاحظہ فرمائیں:۔

۱:۔ مُغنی ابنِ قُدامہ میں ہے:۔[۱]

وھٰذا قول عامۃ الصحابۃ والفقھاء	متعہ کا حرام ہونا تمام صحابہؓ، اور فقہاءِ اُمت کے درمیان متفق علیہ ہے۔

۲:۔ ابوبکر حازمی رحہ فرماتے ہیں:۔

فلم یبق الیوم فی ذٰلک	سوائے بعض شیعہ روافض کے

[۱] ۔ " ابنِ قدامہ ص ۵۷۱، ج ۷، ۹۔ ۴

خلاف بین فقہاء الامصار وائمة الامة الا شیأ ذھب الیہ بعض الشیعة[1]

تمام فقہاء اور ائمۂ دین کا حرمتِ متعہ پر اتفاق ہے۔ آج کوئی بھی اس کی حلت کا قائل نہیں ہے۔

۳:- سید سابق رح فرماتے ہیں:-

وھو زواج متفق علی تحریمہ بین ائمة المذاھب[2]

متعہ ایک ایسا عقد ہے جس کی حرمت تمام مذاہب میں متفق علیہ ہے۔

۴:- ابنِ منذر رح فرماتے ہیں:-

جاء عن الاوائل الرخصة فیھا ولا اعلم الیوم احدًا یجیزھا الا بعض الرافضة ولا معنی لقول یخالف کتاب اللہ و سنة رسولہ[3]

شروع اسلام میں متعہ کرنے کی رخصت تھی۔ لیکن آج سوائے شیعہ رافضیوں کے کوئی بھی اس کو جائز قرار نہیں دیتا۔ اور رافضیوں کا قول چونکہ کتاب و سنت کے خلاف ہے۔ لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۵:- قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

[1] ” کتاب الاعتبار ص ۳۳۱۔ “

[2] ” فقہ السنہ ص ۴۲ ، ج ۲۔ “

[3] ” نیل الاوطار ص ۱۳۶ ، ج ۶۔ “

[4] نیل الاوطار ص ۱۳۷ ، ج ۶ ، وشرح نووی ص ۴۵۰ ، ج ۱۔ “

Hurmat e muta.pdf

Modoodi Sahib Aor Mutah

۵۔ مودودی صاحب اور متعہ

متعہ کی حرمت پر قرآن حکیم کی نصوص صریحہ موجود ہیں اور امت کا اجماع ہے بلکہ محققین کا نظریہ تو یہ ہے کہ اسلام میں متعہ مروجہ ایک آن کے لئے بھی

www.sirat-e-mustaqeem.com

حلال نہیں ہوا۔ مکہ میں نازل شدہ صریح آیات کے خلاف مدینہ پہنچ کر اجازت کیسے مل گئی؟ جن احادیث سے عارضی طور پر چند ایام کے لئے جواز مفہوم ہوتا ہے ان سے متعہ مروجہ مراد نہیں بلکہ نکاح بہ تحلیل با ضمار نیت فرقت مراد ہے۔ یہ اجازت بھی بعد میں منسوخ ہو گئی۔ بہرکیف حقیقت کچھ بھی ہو اس پر امت کا اجماع ہے کہ متعہ قیامت تک کے لئے حرام کر دیا گیا ہے مگر پوری امت اور نصوص قرآنیہ کے خلاف مودودی صاحب نے ترجمان القرآن بابت اگست ۱۹۵۵ء میں بوقت ضرورت جواز متعہ کا فتویٰ شائع فرما دیا پھر جب اس پر چاروں طرف سے لے دے شروع ہوئی تو فرماتے ہیں کہ میں نے تو شیعہ کو یہ مشورہ دیا تھا، حالانکہ ہر شخص مودودی صاحب کا پہلا مضمون دیکھ کر یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ انہوں نے یہ مضمون اہل سنت اور شیعہ کے درمیان محاکمہ کے طور پر تحریر کیا ہے۔ راقم الحروف کے علم میں جماعت کے ایسے لوگ ہیں جو مودودی صاحب کے پینترا بدلنے سے قبل جواز متعہ پر دھواں دار تقریریں فرماتے تھے۔

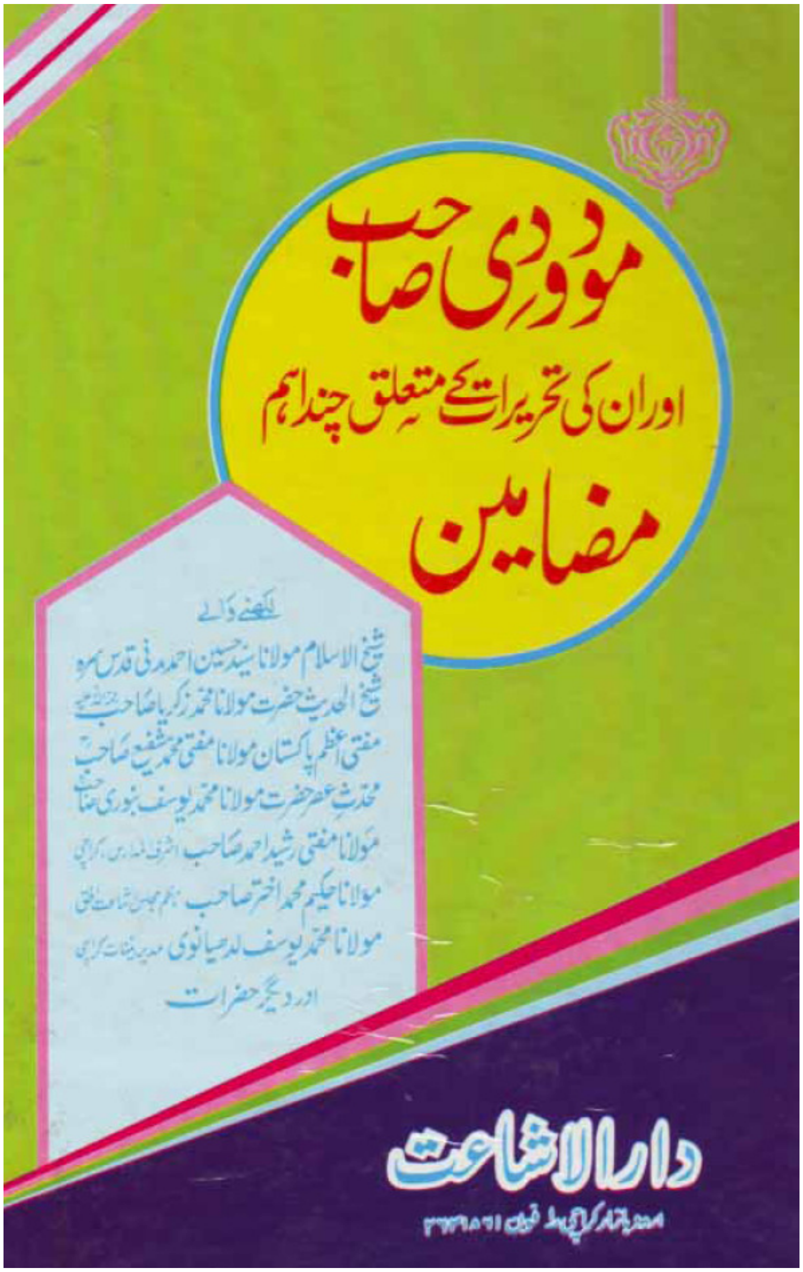

Modoodi sahib aor un ki tehreerat k mutaliq chand mazameen.pdf

Ahle Rushad Ka Jawab Aur Saba'tu Ahruf by Sayyed Saleem Shah

سبعہ احرف اور ماہنامہ رشد

ایں چنیں ارکانِ دین۔۔۔

تحریر: سید سلیم شاہ

ماہنامہ رشد کے مارچ 2010ء کے شمارے (قراءات نمبر 3) میں اس عاجز کی ایک تحریر پر حافظ محمد زبیر صاحب اور عمران اسلم صاحب نے مشترکہ ردِ عمل کا اظہار فرمایا ہے۔ جس کے لیے ان کا شکریہ ہی ادا کیا جا سکتا ہے۔ تاہم ہمارے اظہار خیال کو حافظ صاحب نے تمسخر، تحقیر اور استہزا پر محمول فرمایا ہے جبکہ عمران اسلم صاحب کا خیال ہے کہ ہم 'کافی غصے میں دکھائی دیتے ہیں' ہمارا اب بھی یہی خیال ہے ہم نے صرف اہل رشد کی خدمت میں ان ہی کا چہرہ پیش کیا تھا۔

محترم حافظ صاحب کا ارشاد ہے کہ یہ کامیڈی ڈرامہ یا تھیٹر شو کا معاملہ ہوتا تو ہمارے تحقیر و تمسخر پر مبنی تبصرے کا جواب کسی اخباری کالم میں دے کر پطرس بخاری اور ابنِ انشا کی یاد تازہ کر دیتے (ص:۶۲۷)۔ اس سے ہمیں اندازہ ہوا کہ موصوف ان مشہور ادیبوں کو کیا سمجھتے ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ حافظ صاحب نے پطرس اور ابنِ انشا کا صرف نام ہی سنا ہے یا ان کو پڑھا بھی ہے۔ اگر پڑھا ہے تو ان کی صنفِ تحریر کو تحقیر و تمسخر پر مبنی قرار دینا واقعی ایک عجوبہ ہے۔ مزاح نگاری کو تحقیر و تمسخر سمجھنا علم کا ادھورا اور کچا استعمال ہے۔ ہمارے درمیان علم و ادب کے درخشاں ستارے جناب مشتاق احمد یوسفی اور عطاء الحق قاسمی صاحب زندہ موجود ہیں۔ حافظ صاحب محترم ان سے مزاح نگاری اور تحقیر و تمسخر میں فرق بھی معلوم کر سکتے تھے اور بطرس بخاری مرحوم اور ابن انشاء مرحوم کا علمی و ادبی مرتبہ بھی۔ لیکن ادھورے علم کی وجہ سے ان میں تمیز نہ کر سکنے سے حافظ صاحب بھی کسی علمی حادثے سے دوچار ہو سکتے ہیں جس طرح مولانا رومؒ کی بیان کردہ حکایت میں ایک خاتون جو ایک کنیز اور گدھے کی مالکن تھی کنیز کی نقالی کرتے ہوئے ادھورے علم پر عمل کر بیٹھی تھی اور اپنے منطقی انجام کو پہنچی تھی۔ ہمارے عہد کے "شرعی علوم" کے ماہرین خصوصاً جب وہ سن رشد کو نہ پہنچے ہوں، بھلے ان کی تحریریں 'رشد' کی صفحات کی زینت بنتی ہوں، بالعموم فارسی ادب سے شغف نہیں رکھتے۔ صرف امراء القیس کے اشعار سے ہی زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں اور جلوت و خلوت ان کو گنگناتے اور ذہنی تلذذ حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے عرض ہے کہ حافظ صاحب کسی فارسی دان 'مولوی' سے پوری حکایت سن

لیں، اس میں انہی کا بھلا ہے۔ بر سبیل تذکرہ انہوں نے ہمیں 'مولوی' سے ڈرایا بھی ہے کہ وہ تمسخر کا بہترین جواب دینے کے اہل ہوتے ہیں۔ بھئی ہمیں اس بات کا علم ہے اور یقین بھی لیکن وہ ہمیں بھی اپنی برادری کا ہی فرد سمجھیں۔ دیکھیں نا مولانا رومؒ کی حکایت کا حوالہ کوئی مولوی ہی دے سکتا ہے۔ مسٹر تو شاید مولانا روم کو بھی بحیرۂ روم کی طرح کا کوئی دریا یا سمندر سمجھ بیٹھے۔

اب اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ ہمارے مضمون کے جواب میں حافظ صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے صرف 'بیڑیاں' ماری ہیں۔ (رشد ص ۶۲۸) البتہ وہ تحقیق پیش کرتے ہیں کہ:

" قرآن کی قراءات کا اختلاف تفسیر و بیان کا ہے اور قراءات کے جمیع اختلافات روایات حفص میں بھی موجود ہیں۔ ہم جناب سلیم شاہ صاحب یہی سوال کرتے ہیں کہ جادوگروں نے حضرت موسیٰ کو (قالوا یا موسیٰ اما ان تلقی و اما ان نکون اول من القیٰ) (طہ: ۲۵) کہا تھا یا (قالوا یموسی اما ان تلقی و اما ان نکون نحن الملقین) (الاعراف: ۱۱۵) سلیم شاہ صاحب کے قرآن میں یہ دونوں آیات موجود ہیں۔ کیا معاذ اللہ! اللہ کو یاد نہ رہا کہ جادوگروں نے کیا کہا تھا یا محمد ﷺ بھول گئے کہ جبرائیلؑ نے ان تک کیا پہنچایا تھا۔ اسی طرح یہود نے کیا کہا تھا؟ (وقالوا لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ) (بقرۃ:۸۰) (قالوا لن تمسنا النار الا ایاماً معدودات) (آل عمران:۲۴) اسی طرح جب حضرت موسیٰؑ نے پتھر پر اپنا عصا مارا تھا تو 'فانفجرت' ہوا تھا یا 'فانبجست' اور یہ دونوں الفاظ آپ کے قرآن میں موجود ہیں۔ دیکھیں آیات (فقلنا اضرب بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عیناً قد علم کل اناس مشربھم) (بقرہ: ۶۰) اور (ان اضرب بعصاک الحجر فانبجست منہ اثنتا عشرۃ عیناً قد علم کل اناس مشربھم)
(لاعراف: ۱۶۰) اسی طرح حضرت لوطؑ نے اپنی قوم کے کہا تھا: (ولوطا اذ قال لقومہ اتاتون الفحشۃ ما سبقکم بھا من احد من العلمین) (الاعراف: ۸۰) (ولوطا اذ قال لقومہ انکم لتاتون الفحشۃ ما سبقکم بھا من احد من العالمین) (العنکبوت: ۲۸) اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے اپنی دعاؤں میں کہا تھا: (واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا بلداء امناً) (بقرۃ: ۱۲۶) (واذ قال ابراھیم رب اجعل ھذا البلداء امناً) (ابراہیم: ۳۵) دونوں آیات میں 'ھذا بلدا' 'ھذا البلد' کا فرق واضح ہے۔ اس قسم کے سینکڑوں اختلافات شاہ صاحب کے قرآن میں بھی موجود ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کہ سلیم شاہ صاحب قرآن میں قراءات کے اس اختلاف کے باوجود بھی اسے اللہ کی کتاب قرار دیتے ہیں۔ کیوں؟ (ص ۶۲۹-۶۲۸) "

ہماری تردید کی کوششوں میں وہ اپنی ذات کو درست ثابت کرنے کے لیے یہاں تک کہہ گئے کہ " ہوسکتا ہے کہ سلیم شاہ صاحب منطق کی کسی شاخ کا سہارا لے کر قرآن کے ان مقامات کی کوئی تاویل پیش کردیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظی طور پر باہم متعارض و مخالف ہیں" (ص ۶۲۹)

اس طویل اقتباس سے معلوم ہوا کہ درج ذیل آیات میں قراءات کے اختلاف ہیں:

۱)اول من القیٰ(طہ۔۶۵) اور نحن الملقین(الاعراف: ۱۱۵)

۲)ایاماً معدودۃ(البقرۃ: ۸۰)اور ایام معدودات(آل عمران: ۲۴)

۳)فانفجرت(بقرہ: ۶۰)اور فانبجست(الاعراف ۱۶۰)

۴)اتاتون(الاعراف: ۸۰)اور لتاتون(العنکبوت: ۲۸)

۵)ھذا بلداً(بقرہ: ۱۲۶اور ھذاالبلد(ابراھیم: ۳۵)

اور یہ اختلاف قراءات شاہ صاحب کے قرآن میں بھی موجود ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظی طور پر ہم باہم متعارض و مخالف ہیں"

بہت بہت شکریہ جناب ہمیں اب پتہ چلا کہ یہ قرآن اللہ کا نہیں بلکہ شاہ صاحب کا قرآن ہے۔ اور اس میں بہت سی آیات باہم متعارض و مخالف ہیں۔ بس 'مولوی' کی یہی ادا تو ہمیں مار گئی جس کا جواب دینا پڑ رہا ہے ورنہ یہ مثالیں دیکھتے ہوئے ہمیں تو صرف سورہ الفرقان کی آیت ۶۳ کی تلاوت کر دینا چاہیے تھی۔" رشد" کی ان تینوں جلدوں میں اور اختلاف قراءات کی دیگر کتب میں آج تک کسی صاحب علم نے اختلاف قراءات کی یہ مثالیں نہیں دیں۔ اس کی گواہی رشد ہی کی تینوں جلدیں دے رہی ہیں۔ ہم اسی تیسری جلد میں حافظ محمد مصطفی راسخ کے مضمون سے اس کی وجہ نقل کرتے ہیں:

" مشہور اہلِ علم کے نزدیک رسمِ عثمانی توقیفی ہے اور کتابت مصاحف میں اس کا التزام کرنا فرض و واجب ہے اور اس کے خلاف لکھنا حرام ہے۔ رسم عثمانی کے منجملہ فوائد اور اعجازات میں سے ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس تمام قراءات صحیحہ متواترہ نکل آتی ہیں۔ اگر قرآن مجید کو رسم عثمانی کی بجائے رسم قیاسی کے مطابق لکھا جائے تو رسم عثمانی سے نکلنے والی تمام قراءات صحیحہ متواترہ رسم قیاسی سے نہیں نکل سکیں گی اور متعدد قراءات صحیحہ متواترہ ساکن ہو جائیں گی۔ کیونکہ کسی بھی قراءات کے صحیح

ثابت ہونے کے لیے منجملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ قراءات مصاحف عثمانیہ کے رسم کے موافق ہو۔رسم عثمانی اپنی توقیفیت کی بنا پر متعدد اسرار ورموز اور حکمتوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

رسم عثمانی کے اعجازات میں سے ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ ایک ہی رسم سے تمام قراءات صحیحہ متواترہ پڑھی جاتی ہیں۔مثلاً یَخدَعُونَ، یُخٰدِعُونَ، فَاَزَلَّھُما، فَاَزٰلَھُما اَسْرٰی،اُسٰرٰی (ص ۸۵۳، ۸۵۲)اور اسی طرح کی بہت سی مثالیں دینے کے بعد لکھتے ہیں کہ " مذکورہ مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ رسم عثمانی کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ ایک ہی رسم سے تمام قراءات صحیحہ متواترہ پڑھی جارہی ہیں اور کوئی قراءات صحیحہ ساقط نہیں ہوتی تھیں رسم عثمانی کے اعجاز من حیث القراءات کی چند مثالیں۔ورنہ پورے قرآن مجید کا رسم، رسم عثمانی پر مشتمل ہے" (ص۸۵۶)

ان تمام مثالوں میں آپ دیکھیں گے رسم الخط ایک ہی ہے، بس اعراب کا ادھر ادھر فرق ہے۔آئمہ قراءات کے نزدیک رسم الخط عثمانی لازماً ہوگا مگر ہماری تردید کے شوق میں 'مولوی' حافظ زبیر صاحب نے ایک ہی رسم الخط نہیں بلکہ جدا جدا الفاظ لکھ کر دعوی کر دیا کہ " قراءات کے جمیع اختلافات روایت حفص میں موجود ہیں (ص628-629)

اس رویے پر ہم حیران ہیں کہ کیا کہیں سوائے اس کے کہ اپنی طرف سے کوئی تبصرہ کرنے کے بجائے مولوی زبیر صاحب کا ہی جملہ مستعار لیں کہ " ہمارے نزدیک دنیا کا مشکل ترین کام کسی ایسے جاہل کو سمجھانا ہے جسے علم وتحقیق کا شوق چڑھ گیا ہو" (رشد، ص ۶۳۲)

حقیت یہ ہے کہ حافظ صاحب کی دی گئی مثالیں اختلاف قراءات کی سرے سے ہیں ہی نہیں بلکہ مفسرین کے نزدیک تصریفِ آیات کے ذیل میں آتی ہیں یا ایک ہی مفہوم مختلف اسالیب میں بیان کیا گیا ہے۔

ان اللہ غفور الرحیم اور واللہ غفور الرحیم یا اِنَّہٗ ' غَفُوْرٌ ' شَکُوْرٌ ' اور اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ ' شَکُوْرٌ اور اسی طرح متعدد آیات میں ایک ہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ان میں اختلاف ہے نہ تضاد ہے نہ یہ اختلاف قراءات کا مسئلہ ہے۔اس کے بعد حافظ صاحب نے خالص مولویانہ ہتھکنڈا استعمال کیا ہے اور بڑی مہارت سے کیا ہے۔اس طرح کے عملی نمونے ہم آئے دن دیکھتے رہتے ہیں۔ارشاد فرماتے ہیں" ہم سلیم شاہ صاحب کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کی تحقیقات کے کچھ نمونے قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہیں گے"۔ لیکن جو نمونے انہوں نے اپنے قارئین کے سامنے پیش کئے ہیں۔وہ ہماری تحریر میں اس

طرح درج نہیں لیکن جن لوگوں نے اصل تحریر نہ دیکھی ہو وہ تولاماً غلط فہمی بلکہ ہماری "جہالت" پر ایمان لے آئیں گے۔ انہوں نے رشد کے صفحہ ۶۳۲ پر ہماری تحریر اس جملے سے شروع کی ہے۔" ہم قاری (صفدر صاحب اور حافظ (زبیر) صاحب کی بات مان لیتے ہیں" اور " قراءات کس طرح درست ہو سکتا ہے" پر ختم کی ہے۔ بظاہر یہ پوری تحریر مسلسل نظر آتی ہے مگر ہم نے اس طرح لکھی نہیں ۔حافظ صاحب نے ہماری تحریر میں سے 6 سطریں لکھ کر 5 سطریں غائب کر کے نئے جملے " آپ کی مزید اطلاع کے لیے عرض ہے" سے جوڑ دیتے ہیں اور پوری تحریر لکھ کر یہ تاثر دینا چاہتے کہ سلیم شاہ صاحب دراصل لفظ قرأت کو درست ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں چنانچہ انہوں نے ہماری ادھوری تحریر سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہوئے یوں تبصرہ فرمایا: " طرفہ تماشا یہ ہے کہ جناب سلیم شاہ صاحب نے لفظ 'قرأت' کو درست ثابت کرنے کے لیے اردو اور انگلش ڈکشنریوں کے حوالے دینا شروع کر دے ئے۔ سلیم شاہ صاحب جیسے محقق اگر فارسی پشتو کی کسی ڈکشنری کا بھی حوالہ دے دیتے تو ہمیں حیرت نہ ہوتی (ص ۶۳۳)

اگر یہ صرف حافظ صاحب کے فہم کا قصور ہوتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ سخن فہمی عالم بالا معلوم شد، مگر یہ جان بوجھ کر تحریر میں تحریف کر کے غلط نتیجہ نکالنے کی کوشش ہے۔

چیلنج: کرنا کوئی علمی وطیرہ نہیں اور آج سے قبل ہمارا یہ رویہ تھا بھی نہیں مگر اس کا کیا کیجئے کہ واسطہ آن پڑا ہے ایک 'مولوی' کے ساتھ جو بد قسمتی سے 'غیر مقلد' بھی ہے اور یوں کسی اصول کا پابند بھی نہیں۔ درج ذیل نکات کے جوابات " رشد" میں نہیں آسکے اس لیے ہم چیلنج کرتے ہیں کہ درج ذیل نکات کا جواب پیش کریں۔

۱۔ ہم نے محترم غامدی صاحب پر اہل رشد کا اعتراض نقل کیا تھا۔ یہ اعتراض اور عنوان خود اہلِ رشد کا ہی قائم کردہ تھا جو یوں تھا:

" غامدی صاحب کی عربی دانی: غامدی صاحب قراءات متواترہ پر تنقید کا شوق فرما رہے ہیں اور کیفیت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میزان میں ص ۲۵۔۳۳ تک 'قرأت' کا لفظ اپنی بحث میں تقریباً 34 دفعہ لے آئے اور ہر دفعہ انہوں نے اس لفظ کو ' قرأت " ہی لکھا، گویا انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ لفظ قرأت نہیں بلکہ ' قراءت ' ہوتا ہے جس کی جمع 'قراءات ہے"۔ (رشد ح ا، ص ۴۹۶)

ہماری تحریر اس اقتباس سے شروع ہوتی ہے اور جو 5 سطریں حافظ صاحب نے جان بوجھ کر نکال دیں وہ

ہم دوبارہ درج کئے دیتے ہیں تاکہ پورا مفہوم سامنے آسکے۔ حذف شدہ سطریں یہ تھیں: " دیانتداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ جو آپ لوگوں کے نزدیک منکرِ حدیث تھے، کے مضمون کو نقل کرتے وقت یہ نشاندہی بھی کر دیتے کہ انکی عربی دانی بھی ویسے ہی ہے (جس طرح غامدی صاحب کی ہے) کیونکہ مذکورہ مضمون (رسائل و مسائل حصہ سوم صفحہ 120 تا 133) میں بھی لفظ قرأت (جمع قرآتین) اسی شکل میں موجود ہے۔ اس کی تفصیل ہم بتا دیتے ہیں۔ یہ لفظ صفحہ 126 پر 5 دفعہ، 127 پر 3 دفعہ، 128 پر 6 دفعہ، 129 پر 7 دفعہ، 130 پر 7 دفعہ، 131 پر 8 دفعہ، 132 پر 10 دفعہ اور صفحہ 133 پر 5 دفعہ یعنی مجموعی طور پر 51 دفعہ آیا ہے جو بہر حال جاوید احمد غامدی صاحب سے 17 مرتبہ زیادہ استعمال ہوا ہے۔ لیکن شاید یہ ذکر کرنا آپ کے لیے مفید مطلب نہ تھا۔"

یہ ساری سطریں غائب کر کے انہوں نے یہ ثابت کیا کہ ہم بھی دراصل یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اصل لفظ قرأت ہی ہے، حالانکہ اسی سے متصل اگلے جملے میں ہم نے یہ جملہ بھی تحریر کیا تھا جسے حافظ صاحب نے کسی مقصد جلیلہ کے حصول کے لیے پھر حذف کر دیا۔ کہ " ہم آپ کے بیان کردہ لفظ کو غلط نہیں قرار دے رہے بلکہ عرض مدعا یہ ہے کہ دوسرے اہل علم بھی جو لفظ استعمال کرتے رہے ہیں، شاید یہ لفظ اتنا غلط بھی نہ ہو جو کہ دوسروں کی عربی زبان ہی مشکوک ہو کر رہ جائے"۔

اس کا مطلب آپ یہ سمجھے یا زبردستی یہ مفہوم کشید کیا ہے کہ ہمارے نزدیک درست لفظ قرأت ہے نہ کہ "قراءت"۔ آپ لفظ غلط نہیں کہہ رہے مگر یہ کون سی منطق ہے کہ غامدی صاحب نے صرف ۳۴ دفعہ یہ لفظ استعمال کیا اور وہ عربی میں جاہل ٹھہریں اور مولانا مودودیؒ نے 51 دفعہ یہی لفظ استعمال کر کے آپ کے نزدیک اتنے مستند کس طرح بن گئے؟ عربی زبان میں جاہل ہیں تو دونوں، سہواً غلط لکھ گئے ہیں تو کسی کی عربی دانی مشکوک نہیں ہو سکتی۔ اس کا جواب بہر حال ان کے ذمے ہے۔

۲) ہم نے اپنی تحریر میں کئی اور نکات اٹھائے تھے جن کے جوابات حافظ صاحب اور عمران اسلم صاحب نہیں دیتے۔ وہ درج ذیل ہیں:

۱) ہم نے اپنے مضمون میں ادارہ نویس کی اختلافِ قراءات کی بے شمار "حکمتیں گنوائی تھیں یعنی کہ سورۃ النساء۔ ۱۲ آیت میں "اخ" اور "اخت" میں ابہام ہے جو دوسری قراءات میں "ولہ اخ او اخت من ام" کہہ کر دور کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح کا ابہام سورۃ المائدہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اس میں "او تحریر رقبہ" کے الفاظ آئے ہیں لیکن "رقبہ" کی وضاحت موجود نہیں کہ غلام میں کوئی تمیز ہے کہ وہ

مسلمان ہو یا غیر مسلم یا کسی بھی غلام کو آزاد کیا جا سکتا ہے؟ تو قراءات کا اختلاف ہمیں بتایا ہے کہ اس ضمن میں غلام کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ بنا بریں ہم کہتے ہیں کہ کسی بھی مسئلے کی تفسیر میں ایک قراءات سے معنی اس طرح واضح نہیں ہوتے (رشد ج ۱، ص ۳)

ہمارا سوال اب بھی باقی ہے کہ اگر کسی بھی مسئلے کی تفسیر میں ایک قراءات کافی نہیں تو دو باتیں سمجھا دیں۔ اولاً کہ ہر مسئلے میں (بغیر کسی استثنا کے) اختلاف قراءات کیوں نہیں تاکہ ہم غیر مبہم مفہوم اخذ کر سکیں؟ ثانیاً اللہ میاں نے مبہم قراءات نازل ہی کیوں فرمائیں؟ ان کے بجائے غیر مبہم والی قراءات ہی کیوں نہ نازل فرما دیں؟

۲) ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی صاحب نے نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں مکمل قرآن جو لکھوایا تھا اس کی ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ "مابعد ادوار میں قرآن یا اس کے لفظوں کے حوالے سے کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو کوئی ایسا معیار موجود ہو جو اختلافات کی صورت میں بطور معیار موجود ہو" (رشد ح ۲، ص ۸۳۳) لیکن اگلے ہی صفحے پر حضرت عثمان کے جمع کردہ قرآن کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ حضرت عثمان کے زمانے میں کسی مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی کی وجہ سے تغیری کلمات کا اختلاف بھی زوروں پر تھا۔" (رشد ح ۲، ص ۸۳۴)

ہمارا سوال اس وقت بھی تھا اور اب بھی ہے کہ وہ قرآن جو اختلافات کی صورت میں بطور معیار کام آنے والا تھا اور جسے خود نبی ﷺ نے لکھوایا تھا وہ حضرت عثمانؓ کے عہد تک پہنچتے پہنچتے غیر مصدقہ ہو گیا تھا یا عدم موجود؟ اس کا سیدھا اور دوٹوک جواب دینے کے بجائے عمران اسلم صاحب نے اسے بھی ہمارا قصور گردانا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: سید صاحب نے یہاں دو جملوں " ایسا معیار موجود ہے جو اختلاف کی صورت میں کسی مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی" کو نشانے پر رکھتے ہوئے اس میں کجی کی صورت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ قارئین کرام اگر جمع قرآنی کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ اور مابعد ادوار کی تمام کیفیات پیش نظر رہیں تو اس قسم کے خیالات کا ابطال کرنے میں دیر نہیں لگے گی "۔ (رشد ح ۳، ص ۶۵۴)

ہم نے اپنے مضمون میں صاف طور پر لکھ دیا تھا کہ چنداں پریشانی کی ضرورت اس لیے نہیں کہ غلط اور خلاف حقیقت موقف پر ہٹ دھرمی اور اصرار سے ایسی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔ غالباً اسی لیے اس کا کوئی دوٹوک جواب دینا مناسب نہیں سمجھا گیا۔

۳)ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ حافظ زبیر صاحب نے محمد ابراہیم میر محمدی کے مضمون کا ترجمہ کیا ہے جس میں لکھا گیا کہ "گولڈزہیر اور نولڈ کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن اور قراءات الگ الگ ہیں" نیز یہ کہ اسی قسم کا قول متجددین میں سے ایک ایسے شخص کا بھی ہے جو اپنے آپ کو فکرِ اصلاحی کا نمائندہ تصور کرتا ہے۔ پس فکر اصلاحی کے نمائندے کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن اور قراءات دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی دلیل ان کے پاس موجود نہیں۔ (رشد ح۱، ص ۴۳۳، ۴۳۴)

اسی مسئلے میں حافظ حمزہ مدنی صاحب اسی جلد (ص248) میں فرماتے ہیں کہ " قرآن" اور قراء ات میں فرق ہے۔ قرآن کہتے ہیں ان الفاظ کو جو منزل من اللہ ہے اور قراءات اسی قرآن کی خبر کو کہتے ہیں۔ ان کی تائید میں " رشد" ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کو بھی لے آتا ہے جن کا ارشاد ہے ۔"قرآن اور چیز ہے اور قراءات اور چیز ہے۔ قرآن تو اس چیز کا نام ہے جو مصاحف کے اندار ثبت ہے اور رسول ﷺ پر نازل کیا گیا اور تواتر سے نقل ہوتا چلا آیا ہے۔ جبکہ قراءات زبان سے اس کی ادائیگی کا نام ہے۔ قرآن ایک ہے اور قراءات متعدد ہیں" (رشد ح۱، ص ۱۳۹)

ہمارا سوال اب بھی برقرار ہے جس کا جواب ہمارے ناقدین نے نہیں دیا کہ قرآن اور قراءات کو اگر جاوید غامدی صاحب علیحدہ علیحدہ چیزیں قرار دیں تو یہ دعویٰ بلا دلیل ٹھہرے اور وہ متجدد کہلائیں ۔ لیکن یہی دعویٰ حافظ حمزہ مدنی صاحب اور ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کریں تو ہم انہیں کن الفاظ سے یاد کریں، حافظ زبیر اور عمران اسلم صاحب یہ الجھن حل کر دیں مہربانی ہو گی۔ تاہم ان کی خاموشی ہماری سمجھ میں آتی ہے۔

۴۔ عمران اسلم صاحب نے بہت سے ورق سیاہ کر دے ئے، کافی محنت کی کہ " رشد" کے تضادات کو دور ہو سکیں لیکن وائے افسوس! ذرا ملاحظہ فرمائیں:

ہمارا پہلا عنوان یہ تھا کہ سبعہ احرف نے سہولت کس کے لیے فراہم کی گئی ہے؟

صرف اہل عرب کے لیے یا پوری امت کے لیے؟ یہ تضاد عمران اسلم صاحب نے یوں دور کرنے کی کوشش کی ہے" طوالت سے بچتے ہوئے ہم ان تمام عبارتوں کو نقل کرنے کے بجائے صرف اس قدر

وضاحت کرتے چلیں کہ سبعہ احرف پر نزول قرآن کی حکمت پوری امت کے لیے آسانی اور سہولت کے طور پر تھی لیکن اس کی وجہ وہ مشقت بنی جو اہلِ عرب کو بعض الفاظ بولنے میں درپیش تھے۔ اب اصلاً مشقت تو اہلِ عرب کی دور ہوئی لیکن سہولت قیامت تک کے تمام لوگوں کو فراہم ہو گئی (رشد ح۳، ص۶۴۶) ماشاءاللہ چشم بد دور مگر تضاد کس طرح دور ہو گیا!

عمران اسلم صاحب کو تو ہم کیا سمجھا پائیں گے، قارئین کرام نوٹ کریں کہ حافظ حمزہ مدنی صاحب کا دعویٰ کیا ہے؟ ان کا ارشاد تھا: " الغرض عربی زبان ہی کے حوالے سے لوگوں میں یہ مشکل پیدا ہوئی تھی اور یہ مشکل تاقیامت اہلِ عرب کے لیے ہی باقی ہے۔ اب میرے اور آپ جیسے لوگوں کے لیے عربی کا کوئی بھی لہجہ ہو تو وہ ہم نے غیر فطری طور پر ہی سیکھنا ہے چنانچہ ہمارے لیے تو کوئی بھی لہجہ مشکل یا آسان نہیں ہے، بلکہ تمام لہجے برابر ہیں" (رشد ح۱، ص۲۴۶)

حمزہ مدنی صاحب فرمارہے ہیں کہ سبعہ احرف نے جو مشکل دور کی تھی وہ عربی ہی زبان کے حوالے سے تھی اور یہ مشکل تاقیامت اہلِ عرب کے لیے ہی باقی ہے"۔ " تاقیامت اہلِ عرب کے لیے ہی باقی ہے " کے جملے کو دس بارہ دفعہ دہرائیں تو شاید عمران اسلم صاحب سمجھ پائیں کہ ان کے ارشاد " سہولت قیامت تک کے تمام لوگوں کو فراہم ہو گئی" میں اور حمزہ مدنی صاحب کے ارشاد میں کوئی تضاد ہے یا نہیں۔

ہم یہ دونوں جملے اکٹھے لکھیں گے تاکہ کوئی موٹی دماغ والا آدمی بھی ان کے فرق کو سمجھ سکے۔ (الا ماشاءاللہ)

یہ سہولت:

۱) " تاقیامت **اہلِ عرب کے لیے ہی** باقی ہے" (حمزہ مدنی صاحب)

۲) " قیامت تک کے **تمام لوگوں** کو فراہم ہو گی" (عمران اسلم صاحب)

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ پہلے جملے میں " اہلِ عرب کے لیے ہی" اور دوسرے جملے میں " تمام لوگوں" کے الفاظ پر خصوصی توجہ دیں ہم نے اپنی طرف سے عمران اسلم کی سہولت کے لیے " اہلِ عرب ہی" اور " تمام لوگوں" کے فانٹ ذرا بڑا کر تو دیئے ہیں لیکن کسی کے دماغ کے اندر گھسانا ہمارے بس کی بات نہیں۔ گھس بھی جائیں لیکن کوئی پھر بھی یہی رٹ لگائے کہ ان میں کوئی فرق نہیں بلکہ ایک جملہ

دوسرے کی تفسیر کر رہا ہے تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں سوائے اس کے کہ

تو خوب سمجھتا ہے نگاہوں کی زبان کو
کہنے کو بہت کچھ ہے مگر کچھ نہ کہیں گے

ضمناً حافظ زبیر صاحب کے طبع نازک پر اگر گراں نہ گزرے تو ان کی خدمت میں عرض کردوں کہ ابن انشاء ہی یہاں آپ سے مخاطب ہیں جن کی نگارشات کو آپ تمسخر اور تحقیر پر محمول کرتے ہیں!

۵۔ سبعہ احرف کا مفہوم: ہم نے رشد کے قلم کاروں کے چند اقتباسات سامنے لائے تو عمران اسلم صاحب کا خیال ہے کہ ہم نے ان میں قطع و برید کی ہے ورنہ یہ مفہوم تو حل ہو چکا تھا۔ آپ فرماتے ہیں: " سید سلیم شاہ صاحب کی عبارتوں میں قطع برید ملاحظہ کیجئے کہ عبد القاری تو سبعہ احرف کے مفہوم کی شافی وضاحت کے لیے علمائے و محققین کی جانب رجوع کا درس دیں اور سید صاحب بھرپور ملمع سازی اور فریب کاری کے ذریعے ان کی پوری عبارت نقل کرنے کے بجائے ایک جملہ ذکر کر کے نعرہ بلند کر دیں کہ اس چیستاں کا کوئی مفہوم دریافت ہی نہیں ہو سکا" (رشد ح۳، ص ٦۴۸)

قارئین کرام خود یہ اقتباس پڑھ کر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ عبد القاری صاحب کی پوری تحریر خود عمران اسلم صاحب نے لکھ دی ہے، اس میں وہ خود دیکھ سکتے ہیں وہ کس بے بسی کا اظہار کر رہے ہیں۔ بجا کہ انہوں نے اس سعی لاحاصل کے لیے محققین کی طرف رجوع کا مشورہ دیا ہے مگر اپنی بے بسی کا اظہار تو سامنے کی بات ہے۔

اس مسئلے کے حل کے لیے رشد ح امیں ادار یہ نویس نے جو کاوشیں کی تھیں ان کا ہم نے خصوصی ذکر کیا تھا۔ اس ضمن میں ہم نے حافظ عبد الرحمٰن مدنی صاحب کا بھی ارشاد نقل کیا تھا کہ '' یہ اختلافات دراصل لب ولہجہ کا فرق ہوتا ہے جو اردو میں بھی مثلاً ناپ تول و ماپ تول، خسرو سسر، انگریزی کا لفظ شیڈول اور سکیجوئل " ۔ اس پر ہمارا جو تبصرہ تھا اسے دونوں حضرات نے بالکل گول کر دیا۔ ہم چاہیں گے اس بارے میں بھی اگر عالمانہ ممکن نہ ہو تو مولویانہ ہی جواب دے دیں۔

چیلنج کے عنوان کے تحت ان 5 نکات پر دونوں حضرات نے یا تو خاموشی اختیار کی یا تحریف کر کے جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ ان مضامین کا خود تقابلی جائزہ لے کر کوئی نتیجہ نکالیں۔

عمران اسلم صاحب نے اپنا مضمون ان جملوں پر ختم کیا ہے:

"اخیر میں سید صاحب سے ہم یہی عرض کریں گے کہ جناب حدیث سبعہ احرف کے مفہوم سے متعلق بحث معرکتہ الاراء مسائل میں سے ہے جس کی تشریح وتعبیر میں اہل قلم کے متعدد اقوال موجود ہیں" (ص ۶۵۵)

ہم بھی درج بالا 5 نکات کے علاوہ ان سے چند سوالات پوچھ کر اپنی گزارشات ختم کر دیں گے۔

۱) پہلی گزارش تو یہ ہے کہ پورا قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے۔

اب اس قرآن مجید میں چھ ساڑھے چھ ہزار کے لگ بھگ آیات موجود ہیں۔ ان میں سے کوئی چار پانچ آیات مسلسل سات حروف پر بتا دیں تاکہ ہم کوئی ٹھوس نتیجہ نکال سکیں۔

۲) رشد کی پہلی جلد کے صفحہ ۶۷۸ پر کلیہ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے عنوان کے تحت ہمیں بتایا گیا تھا کہ:

" کلیہ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ نے جہاں خدمت قرآن کے بہت سے سلسلے شروع کر رکھے، وہاں جمع کتابی کے سلسلہ میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہا اور اس میں وہ کام کیا ہے جو کہ تاریخ اسلام میں اپنی نوعیت اور جامعیت کے اعتبار سے یگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ وہ یہ کہ قراءات قرآنیہ عشرہ متواترہ، جو کہ کلیات اور مدارس میں صدیوں سے پڑھائی جاتی رہی ہیں اور جیسا کہ ہم نے پہلے کہا کہ قواعد وضوابط اور پڑھنے کے انداز تو کتبِ قراءات میں موجود ہیں، لیکن باقاعدہ مصاحف کی شکل میں موجود نہیں ہیں، کلیہ القرآن الکریم، جامعہ لاہور کے فضلاء میں سے تقریباً بارہ محقق اساتذہ نے محنت شاقہ فرما کر تین سال کے عرصہ میں وہ تمام غیر متداولہ قراءات میں سولہ مصاحف تیار کر لیے ہیں اور جیسا کہ راقم نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ کام اپنی نوعیت اور جامعیت کے حوالے سے تاریخ اسلامی کا پہلا کام ہے۔"

اس اقتباس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ غیر متداولہ قراءات میں سولہ قرآن تیار کر لیے گئے ہیں اور یہ کام پہلا کام ہے جو تاریخ اسلامی میں ظہور پذیر ہوا۔

حضور صرف یہ سمجھادیں کہ رشد ج ۳، کے صفحہ ۶۳۰ پر حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب کو مولانا تقی عثمانی صاحب کے خط کے جواب میں یہ جھوٹ بولنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کہ "میں اپنے ادارہ کی طرف سے آپ کو یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں مختلف قراءتوں میں قرآن شائع کرنے کا ہمارا کوئی پروگرام نہیں ہے"۔

ناراض ہونے کی بات نہیں۔اِدھر اُدھر مارنے کے بجائے سیدھی طرح میرے اٹھائے ہوئے سوالات کے متعین جوابات دے دیں۔رشد نہ ہوتا کوئی اور ہوتا تب بھی اس سے یہی گذارش کرتے۔

تم ناحق ناراض ہوئے ہو، ورنہ میخانے کا پتہ
ہم نے ہر اس شخص سے پوچھا جس کے نین نشیلے تھے

Ahle Rushad Ka Jawab Aur Saba'tu Ahruf by Sayyed Saleem Shah

10

میونخ کا "قرآن محل" اور آرتھر جیفری کی سازش

نوٹ: یہ مضمون جدید و قدیم علوم سے آگاہ ایک محقق عالم و فاضل کی تحقیقی نگارشات سے منتخب حقائق پر مشتمل ہے جو ماھنامہ رُشد لاہور جون ۲۰۰۹ کے خصوصی شمارے "قراءات نمبر..... حصہ اوّل" میں شائع ہوا ہے۔ اقتباسات کے درمیان محض ربط رکھنے کے لئے میں نے اپنے الفاظ شامل کئے ہیں۔

انجینئر عبیدالحمید فاروقی

ماہنامہ "رُشد" بابت ماہ جون ۲۰۰۹ "اختلاف قراءات قرانیہ اور مستشرقین (آرتھر جیفری کا خصوصی مطالعہ)" کے عنوان سے محترم ڈاکٹر محمد اکرم چودھری صاحب کا مضمون شائع ہوا۔ اصل مقالہ انگریزی زبان میں بعنوان "Orientalism on variant Reading of the Quran: The case of Arthur Jaffery" تحریر ہوا جسے ادارہ علوم اسلامیہ و عربیہ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے پروفیسر محترم علی اصغر سلیمی صاحب نے اُردو زبان میں ترجمہ کر کے عوامی سطح پر قابلِ فہم بنا دیا۔ مقالہ نگار علمی و تحقیقی حلقوں میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں اور سرگودھا یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے اہم منصب پر فائز ہیں۔ آپ نے جس تحقیق و تدقیق اور محنت و عرق ریزی سے ایک مستشرق کے خیالات و افکار کا تجزیہ کیا یقیناً وہ ایک قابلِ ستائش کاوش ہے۔ اس مُستشرق کا مختصر تعارف خود ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالہ میں یوں کروایا:

> "آرتھر جیفری ایک آسٹریلوی نژاد امریکی مستشرق ہے اس نے قرآنِ حکیم کے دیگر مختلف پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کی مختلف قراءتوں پر بھی قابلِ ذکر کام کیا ہے........................ آرتھر جیفری کے علمی کاموں میں نمایاں ترین کام Materials for the History of the text of the Quran ہے جو ای۔ جے۔ برل (E. J. Brill) نے لیڈن سے ۱۹۳۷ میں جاری کیا۔ یہ ابو بکر عبداللہ بن ابی داؤد سلیمان السجستانیؒ (متوفی ۳۱۶ھ) کی کتاب "المصاحف" کے ساتھ پیش کیا گیا جس کو آرتھر جیفری نے مدون کیا"۔ (ماہنامہ رشد جون ۲۰۰۹ صفحہ ۳۹۲ سطور ۱ تا ۶)

آرتھر جیفری (۱۸۹۲- ۱۹۵۹) میلبورن آسٹریلیا میں پیدا ہوا عیسائیوں کے مذہبی فرقے پروٹسٹنٹ سے اس کا تعلق تھا۔ سامی زبانوں (Semetic Languages) کے استاد کی حیثیت سے شروع میں اورنٹیل سٹڈیز قاہرہ سے منسلک ہوا پھر بطورِ استاد کو لمبیا یونیورسٹی اور یونین تھیولوجیکل سیمینری نیویارک سٹی سے وابستگی اختیار کی۔ مختلف عنوانات کے تحت قرآن سے متعلق چھ اہم کتب لکھیں۔ ڈاکٹر صاحب کے الفاظ میں ان کی مختصر تفصیل یوں ہے:

> ''آرتھر جیفری نے بائبل کی تعلیمات پر گراں قدر کام کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم کے بارے میں بھی تحقیقی کام جاری رکھا چنانچہ اختلاف قراءات قرآنیہ کے موضوع کے ساتھ ساتھ اس نے قرآنِ حکیم کے دیگر پہلوؤں، مثلاً قرآن میں استعمال ہونے والے غیر عربی الفاظ (Foreign Vocabulary of the Quran) تدوینِ قرآن اور قرآن کے یہودی و عیسائی ماخذ جیسے موضوعات پر بھی خامہ فرسائی کی۔ اس نے چند منتخب سورتوں کے تراجم بھی کئے جس میں اس نے ان سورتوں کی ترتیبِ نُو کو متعارف کرایا تاکہ وہ ''بزعم خود حضرت محمد ﷺ کی فکر میں ارتقاء کو ثابت کر سکے۔'' (ایضاً صفحہ ۳۹۲ - ۳۹۳)

محولہ اقتباسات میں جو حقائق سامنے آئے ہیں ان میں سب سے نمایاں بات یہ ہے کہ آرتھر جیفری کے قرآن سے متعلق اہم ترین مقالے کی اساس کتاب ''**المصاحف**'' ہے جو ابنِ ابی داؤد کی تصنیف ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ ''**مصاحف**'' (مصحف کی جمع) سے مراد کئی ''نسخہ جات'' جو اس کتاب کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے درمیان پائے جاتے تھے ابن ابی داؤد نے اپنی سند سے حضرت زیدؓ بن ثابت سے نقل کیا کہ رسول ﷺ نے اپنی زندگی میں قرآن جمع و یکجا نہیں کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک قرآن کی بجائے بہت سے مختلف المتون قرآن صحابہ و تابعین میں مروج تھے...... ابن ابی داؤد کا اصل نام ہی داؤد تھا اس لئے کہ جناب سلیمان السجستانیؒ جو سنن ابی داؤد (صحاح ستہ میں سے ایک کتاب) کے مؤلف تھے ان کی کنیت اپنے بیٹے داؤد کی وجہ سے ابوداؤد تھی صرف اپنے والد کی اس کنیت سے قلمی استفادے اور عوام میں اثر انگیزی کے لئے اپنے نام داؤد کی بجائے کنیّت در کنیّت بطورِ ''ابنِ ابی داؤد'' اپنے آپ کو متعارف کروایا تاکہ لوگوں پر اس خاص نسبت سے اپنی ''علمی وثاقت'' سے زیادہ ''پدری دبدبہ'' نمایاں ہو سکے یہ کتاب زیادہ پذیرائی نہ پا سکی اور ناپید ہو گئی مگر اسے آرتھر جیفری نے ڈھونڈ نکالا اور مُدوّن (Edit) کر کے اپنے مقالے کے ساتھ ہی چھپوا دیا۔ ابنِ ابی داؤد نے احادیث کے مجموعوں میں سے صحابہؓ سے منسوب کلمی، حرفی اور حرکی اختلافات (تنوّعات) اکٹھا کر کے ۱۰۰ سے زیادہ صفحات پر مشتمل کتاب ''**المصاحف**'' لوگوں میں متعارف کروانے کی کوشش کی۔ یہ ذہن میں رہے کہ ابن ابی داؤد تیسری

صدی ہجری میں پیدا ہوئے اور چوتھی صدی ہجری (۳۱۶ھ) میں وفات پائی علاقے کی مناسبت سے ایران کے ایک شہر سجستان کی وجہ سے ان کے والد اور خود سجستانی مشہور ہوئے۔ اگرچہ ابن ابی داؤد نے دس صحابہؓ سے منسوب مختلف مصاحف کا ذکر کیا ہے مگر "آرتھر جیفری نے انہی مصاحف کو موجودہ قرآن کے "مقابل نسخہ جات" کے حامل بنا کر پیش کیا ہے"۔ (رشد صفحہ ۴۰۷ سطر ۱۲)

آرتھر جیفری کو معلوم تھا کہ مسلمانوں کے نزدیک قرآن حکیم کا حقیقی مقام و مرتبہ کیا ہے اس کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:

"عیسائیت بائبل کے بغیر زندہ رہ سکتی ہے مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام قرآن کے بغیر قطعی طور پر زندہ نہیں رہ سکتا"۔ (رشد جون ۲۰۰۹ صفحہ ۳۹۳ سطر ۸-۹)

لہٰذا اس نے مسلمانوں ہی کی مصنّفہ کتابوں کو بنیاد بنا کر قرآن کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا مگر اس کے لئے ایسی حکمت عملی اختیار کی کہ اپنے پورے تحقیقی پروگرام کو انہی "مسلم سکالرز" کی نگارشات کا رہین منّت قرار دیا یوں اپنے تئیں اس نے "اسلامیان عالم" کے غیظ و غضب سے بچنے کا اہتمام کر لیا۔ ڈاکٹر صاحب نے جیفری کی کاوشوں کا پس منظر ایسے ہی لفظوں میں بیان فرمایا:

"اس نے قراءات کے یہ سارے اختلاف تفسیر، لغت، ادب اور قراءت کی کتابوں سے جمع کئے اس کام کے لئے ابن ابی داؤد کی کتاب "کتاب المصاحف" اس کا بنیادی ماخذ رہی"۔

(رشد صفحہ ۳۹۳ سطر ۱۳-۱۴)

آپ نے جیفری کی ان مساعی کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا:

"اسلامی علوم کے ورثہ میں سے مختلف قراءتوں کی بنیاد پر ۱۵ بنیادی اور ۱۳ثانوی نسخہ جات کو پیش کرنے کی کوشش کی اس نے ۱۵ بنیادی نسخہ جات کو حضرات عبداللہ بن مسعود، اُبی بن کعب، علی ابن ابی طالب، عبداللہ بن عباس، ابو موسیٰ اشعری، انس بن مالک، حفصہ، عمر بن خطاب، زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، ابن عمر، عائشہ، سالم، ام سلمہ، عبید بن عمیر رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانب سے منسوب کیا"۔ (ایضاً صفحہ ۳۹۴ سطر ۱۴ تا ۱۸)

اگلے پیرے میں ثانوی نسخہ جات کی تفصیل ایسے ہے:

"اور بعض ثانوی نسخہ جات کو بھی چند تابعین کی جانب منسوب کیا جن میں سے کچھ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

ابوالاسود علقمہ، سعید بن جبیر، طلحہ، عکرمہ، مجہد (کتابت کی غلطی ہوئی یہ مجاہد ہے)، عطابن ابی رباح، الا عمش، جعفر صادق، صالح بن کیسان اور الحارث بن صویب رحمہم اللہ"........ (ایضاً صفحہ ۳۹۴ سطر ۱۹ تا ۲۱)

اگرچہ ڈاکٹر صاحب نے صراحت کے ساتھ جیفری کے مذکورہ اصحابِ رسول و تابعین سے منسوب نسخہ جات کے دعوے کا بطلان فرمایا مگر ان حضرات سے منسوب ایک یا چند مقامات پر اختلافات کا ذکر اس پیرائے میں کیا:

"جیفری نے مصحف عثمانی میں موجود قراءات سے کسی ایک مقام پر یا چند مقامات پر اختلاف کی بناء پر مندرجہ بالا اصحاب کو مقابلِ قرآن کا حامل بنایا قطع نظر اس کے کہ اختلاف کرنے والے کو مصحف عثمانی کے نافذ و رائج ہو جانے کے بعد اپنی قراءت پر اصرار رہا یا اس نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا"۔ (ایضاً صفحہ ۳۹۴ سطر ۲۴ تا ۲۷)

ڈاکٹر صاحب کا فرمان حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ کسی کے یہاں اگر ایک مقام یا بعض مقامات پر قراءت کے حوالے سے اختلاف تھا بھی تو خلیفۃ المسلمین سیدنا عثمانؓ کے دور خلافت میں سرکاری سطح پر شائع ہونے والے قرآن حکیم کے نسخے کے بعد کسی ایک کو اپنی بات پر اصرار نہ رہا یعنی بلا استثناء سب کے سب ایک ہی طرح کی قراءت و تلاوت پر متفق و متحد تھے............ بلکہ ڈاکٹر صاحب نے قطعی غیر مبہم الفاظ میں ارقام فرمایا :

"قرآن حکیم کو بائبل کی طرح کی ایک مقدس کتاب قرار دیتے ہوئے جیفری یہ باور کراتا ہے کہ صحابہؓ کرام نے بھی اچھے مقاصد اور نیک نیتی کے ساتھ متن قرآن میں کچھ تبدیلیاں اور اس کی بہتری کے اقدامات تجویز کر دیئے ہوں گے بد قسمتی سے جیفری اس امر کا اندازہ نہیں کر سکا کہ قرآن حکیم کے متن میں کمی بیشی کرنا اسلامی نقطۂ نظر سے اتنا بھاری جرم ہے کہ کوئی اس کے ارتکاب کا تصور بھی نہیں کر سکتا اگر بفرضِ محال کوئی ایک اس کا ارتکاب کر بھی بیٹھتا تو صحابہؓ کرام کی جلیل القدر جماعت اسے قطعاً برداشت نہ کرتی"۔ (ایضاً صفحہ ۴۰۲ سطر ۲۰ تا ۲۴)

مگر جیفری اپنے زعم میں ان سے منسوب مختلف قراءات کی بنیاد پر قرآن کے مقابل کئی "مصاحف یا نسخے" ثابت کرنے میں بھرپور لگن اور محنت کیساتھ مصروف رہا جس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

"اس امر کا تذکرہ بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ جیفری نے غیر تصحیح شدہ نسخہ جات سے جن اختلافی قراءتوں کو نقل کیا ہے ان سب کی اسناد غیر مصدقہ ہیں وہ ایسی محکم و متواتر اسناد کے ساتھ کوئی ایسی قابل ذکر اختلافی قراءت بھی نہ لا سکا جس کی سند محکم و متواتر ہو جیسی محکم و متواتر اسناد کے ذریعے ہم تک مصحف عثمانی پہنچا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ بعض

اختلافی قراءتیں جو ہم تک پہنچی ہیں وہ لسانی اعتبار سے بھی ناممکن نظر آتی ہیں اور بعض اختلافی روایات میں ان کی سند ناممکن الوجود اور محال ہے جو زمانی اعتبار سے درست تسلیم نہیں کی جاسکتیں یا وہ روایت کے معروف اصولوں کے مطابق نہیں ہے"۔ (ایضاً صفحہ ۴۰۱ سطر ۲۴ تا ۲۹)

اپنے نزول کے وقت سے جاری موجودہ قرآن کے مقابل کئی "مصحف" سامنے لانے پر جیفری کی سازش سے بھرپور کاوش پر ڈاکٹر صاحب کا یہ تبصرہ ملاحظہ ہو جو میرے نزدیک "قول فیصل" کا درجہ رکھتا ہے:

"جیفری اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ قرآن حکیم میں اختلاف قراءت کی بحث زمانہ ما بعد کے الٰہیات، لسانیات اور صرف و نحو کے ماہرین نے ایجاد کی اور اپنے نام اور کام کو اعتبار بخشنے کیلئے اسے دور اولیٰ کی مقتدر علمی شخصیات کی طرف منسوب کر دیا پھر بھی آخر دم تک قرآن حکیم کی "حقیقی قراءت" کی بحالی کی کوششوں میں مگن رہا۔ دوسری طرف حال ہی میں دو دوسرے مستشرق جان برٹن (John Burton) اور جان وان برو (John Wansbrough) کا یہ نتیجہ بھی چشم کشا ہے کہ صحابہؓ کرام سے منسوب و مقابل مسودات قرآن' ہوں یا بڑے شہروں میں پائے جانے والے دیگر نسخہ جات یا پھر انفرادی طور پر بعض حضرات سے منسوب مختلف قراءتیں سب کی سب بعد کے ماہرین علم الاصول اور ماہرین علم اللسان کی ایجاد ہیں۔ جیفری اس اہم حقیقت کی طرف سے بھی آنکھیں بند کر لیتا ہے کہ اختلاف قراءت قرآن کے ابتدائی ماخذ ابن ابی داؤد متوفی ۳۱۶ھ' ابن الانباری متوفی ۳۲۸ھ اور ابن الاشطہ متوفی ۳۶۰ھ ہیں۔ ان تمام بزرگوں نے اختلافی قراءتیں چوتھی صدی ہجری میں نقل کیں ان روایات کے رواۃ متصل اور نہ ہی ان کی سند قابل اعتماد ہے"۔ (ایضاً صفحہ ۴۰۴ سطر ۱۵ تا ۲۴)

میرے نزدیک موضوع زیر مطالعہ پر ڈاکٹر صاحب کا تبصرہ یا جائزہ یقیناً بے لاگ ہے اس پر مزید وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں رہ جاتی۔ البتہ ایک اہم مگر متنازعہ شخصیت ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ کا ذکر خدا معلوم ان سے کیسے رہ گیا۔ جن کی مصنفہ "تفسیر طبری" اختلاف قراءات سے بھرپور ہے جسے متاخرین نے "ام التفاسیر" کے مرتبے پر فائز کر کے اپنے اپنے مسلک کو استحکام و دوام بخشنے کے لئے اعزاز و افتخار کے ساتھ بطور حوالہ پیش کیا۔ ماضی میں جن ماہرین علم اللسان اور صرف و نحو نے اپنے تئیں مختلف یا متنوع قراءات (بقول ڈاکٹر صاحب) ایجاد کی ہیں ان کی بنیاد پر جیفری نے قرآن کی موجودہ قراءت یعنی قراءت عامہ و متواترہ کے مقابل اپنے زعم میں "حقیقی قراءات" والا قرآن لانے کی کوششوں میں اپنی زندگی کھپادی اور قرآن کی متعدد قراءتوں کے بارے میں مواد اکٹھا کیا جن کی

بنیاد پر اس نے ایک ایسا قرآن ترتیب دینے کی سازش تیار کی جسے ڈاکٹر صاحب نے اس ہوشربا منصوبہ بندی کا مطالعہ کرنے کے بعد طشت ازبام کیا:

"دراصل جیفری قرآن کے تنقیدی نسخے کو اس طرح مرتب کرنا چاہتا تھا کہ ایک صفحے پر کوفی خط میں متن قرآن ہو اس کے سامنے دوسرے صفحے پر تصحیح شدہ حفص روایات ہو اور حواشی (Foot notes) میں قرآن حکیم کی تمام معلوم مختلف قراءتوں کو بیان کر دیا جائے۔ جیفری اپنی اس خواہش کے مطابق مکمل قرآنی نسخہ لانے میں تو کامیاب نہ ہو سکا"۔۔۔۔۔۔(ایضاً صفحہ ۳۹۴ سطر ۱۱ تا ۱۶)

وائے حسرت!! جیفری کا یہ منصوبہ بری طرح ناکام ہو گیا تفصیل بقلم ڈاکٹر صاحب ملاحظہ ہو:

"جیفری نے کئی سالوں تک قرآن حکیم کی متعدد قراءتوں کے بارے میں مواد اکٹھا کیا۔ پھر قرآن حکیم کا تنقیدی نسخہ تیار کرنے کے لئے ۱۹۲۶ میں پروفیسر برجسٹراسر (Bergstrasser) جس نے میونخ میں قرآن محل (Quranic Archive) بنایا ہوا تھا، کے ساتھ اشتراک کیا برجسٹراسر کے جانشین ڈاکٹر اوٹو پریٹزل (Oto Pretzil) کے ساتھ اشتراک عمل جاری رکھا بد قسمتی سے پریٹزل دوسری جنگ عظیم کے دوران سباسٹوپل (Sebastopal) کے باہر ہلاک ہو گیا اور اتحادی فوجوں کی بمباری سے سارا قرآن محل جل کر خاکستر ہو گیا اور عمارت بھی تباہ و برباد ہو گئی اس طرح قرآن حکیم کے تنقیدی ایڈیشن کو روبہ عمل لانے کا عظیم منصوبہ شرمندہ تکمیل نہ ہو سکا اس ناکامی پر جیفری اپنی تکلیف اور ذہنی اذیت ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

اب یہ امر تقریباً ناممکن ہے کہ ہماری نسل قرآنی متن کا حقیقی تنقیدی نسخہ دیکھ سکے"۔

(ایضاً صفحہ ۳۹۴ سطر ۲ تا ۹)

خس کم جہاں پاک .... قارئین محترم! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ قرآن حکیم کے ایک بدترین دشمن کی گھناؤنی سازش اور پر فتن منصوبہ بندی کس المناک انجام سے دوچار ہوئی جس پر اس دشمن قرآن کے اپنے حسرت آمیز جملے ہی اس کے ذہنی کرب کو ظاہر کر رہے ہیں

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ أَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ (النمل:۵۱)

دیکھو ان (سازش کرنے والوں) کی سازش کا کیسا (لرزہ خیز) انجام ہوا کہ ہم نے انہیں ہلاکت (خیز تباہی و بربادی) میں ڈال دیا۔

نزول قرآن سے لے کر جیفری تک کسی منصوبہ کار نے اس قسم کا پلان تیار نہ کیا تھا اس عرصے کی تاریخ گواہ

ہے۔ اگرچہ بعض ماہرین علم اللسان اور نحویوں نے ''متنوع قراءات'' پیش کرنے کی مساعی کی ہیں مگر وہ درسی کتب تک محدود رہیں۔ ''قاریوں'' یا ''راویوں'' میں سے کسی ایک نے بھی قرآن مقدس و محترم کے متن میں تو کُجا حاشیے تک میں تضاد، اختلاف یا تنوّع چھاپ کر علیحدہ سے مصاحف پیش کرنے کی جرأت و جسارت نہ کی جیسی پوری ''تاریخ قرآن'' میں پہلی بار ایک مستشرق آرتھر جیفری نے کی جس کا بھیانک انجام اور اس کے حسرت و یاس میں لتھڑے جُملوں کی صورت میں اس ''دشمن قرآن'' کا کرب و اضطراب عیاں ہے............اگر اسے یہ علم ہوتا کہ اس کی موت کے تھوڑے ہی عرصے بعد خود ''مسلمانوں'' کا ایک عاقبت نااندیش اور ذہنی طور پر ناآسودہ طبقہ اس کے کام کو اس سے بھی بڑھ کر انجام دینے کے لئے بے قراری کے ساتھ مصروف تگ و تاز ہو جائے گا تو وہ یوں الم انگیز صدماتی و اضطرابی کیفیت سے دو چار ہو کر نہ مرتا آرتھر جیفری تو قرآنِ موجود و متواتر کے متن میں اس قسم کے الحاد و فساد (Corruption) کی جرأت نہ کر سکا مگر ان ''دوستوں'' نے تو بین الاقوامی سازش میں (شعوری یا لاشعوری طور پر) گرفتار ہو کر قرآن کریم کے متن میں تبدیلیاں لا کر بیں مصاحف چھاپنے کا عزم کر رکھا ہے............اِن شاءاللہ یہ بھی ناکام و خاسر رہیں گے۔

آخر میں ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کا بیان نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو انہوں نے بہاولپور میں قیام کے دوران اپنے ایک لیکچر میں دیا۔ ریڈیو پاکستان بہاولپور کو ان کے لیکچرز کی ریکارڈنگ اور بعد ازاں نشر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ان دنوں راقم الحروف بھی یہاں بطور انجینئر اپنی ذمہ داریاں انجام دے رہا تھا۔ ڈاکٹر محمد اکرم چودھری صاحب نے بھی اسے اپنے مقالے میں نقل کیا ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کا بیان ہے کہ پریٹزل (میونخ میں قائم کردہ قرآن محل کے بانی برجسٹراسر کا جانشین) جو قرآن محل پر بمباری کے دوران ہی ہلاک ہو گیا تھا' نے انہیں اپنے دورہ فرانس کے دوران بتایا کہ:

> ''پچھلے چودہ سو سالوں کے دوران مطبوعہ یا غیر مطبوعہ قرآن حکیم کے ۴۲ ہزار نسخوں کو انہوں نے اس لئے جمع کیا تاکہ وہ متن قرآن کے تضادات کو سامنے لا سکیں تمام دستیاب نسخہ جات کو جمع کر کے اُن کا آپس میں موازنہ کرنے کے بعد اس ادارے نے جو ابتدائی رپورٹ جاری کی ڈاکٹر حمید اللہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:
>
> اگرچہ ابھی تک قرآن حکیم کے مختلف نسخہ جات کو جمع کرنے کا کام جاری ہے تاہم جتنا کام مکمل ہو چکا اس کی بنیاد پر ہم کہ سکتے ہیں کہ ان ۴۲ ہزار نسخہ جات میں کتابت کی غلطیاں تو موجود ہیں مگر متن قرآن میں کسی قسم کے تضاد کی نشاندہی نہیں کی جا سکتی''۔ (رشد جون ۲۰۰۹ صفحہ ۴۰۵-۴۰۶)

اس اقتباس میں دشمنوں کے زبردست اعتراف سے کیا یہ بات سوفی صد عیاں نہیں ہو جاتی کہ کم از کم ۱۹۳۳ (کیونکہ اسی سال بقول ڈاکٹر حمید اللہ' ان کی پریٹزل سے بالمشافہ ملاقات ہوئی) تک اس قرآن محل کے ارباب تحقیق و جستجو کو پوری سطح ارض سے قرآن حکیم کا کوئی ایسا نسخہ تلاشِ بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہو سکا جس میں کسی قسم کا (حدیثی یا غیر حدیثی قراءت کا) اختلاف، تضاد یا تنوّع موجود ہو ....ورنہ جیفری اور اس قماش کے دوسرے ساز شی محقق یقیناً اسے حوالہ بنا کر اسلامیانِ عالم کو چیخ چیخ کر باور کرواتے کہ............لو......یہ رہا مختلف المتن یا "متنوع قراءات" پر مبنی دوسرا قرآن!! اُس وقت دستیاب ہر فورم پر اپنی آواز پہنچانے میں وہ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتا........ مگر اس قرآن محل میں جوں ہی جیفری کا تیار کردہ وہ نسخہ جس کے حاشیے میں متضاد یا متنوع قراءات شامل کی گئی تھیں' داخل ہوا تو اتحادی فوجوں کی بمباری کے نتیجے میں عمارت کی تباہی و بربادی کے ساتھ ہی اس کی مرتب و مدون تحقیق آگ کے شعلوں میں راکھ کا ڈھیر ہو گئی۔

فَاعْتَبِرُوْا یَآاُولِی الْاَبْصَار

ہمارے محققین، متکلمین، باحثین، مقررین اور مناظرین اب تک ببانگ دہل لکھتے اور کہتے چلے آرہے ہیں کہ سطح ارض پر بائبل کے سینکڑوں نسخے (VERSIONS) موجود ہیں مگر کسی دو میں مطابقت نہیں دکھائی دی جا سکتی۔ ان کی بائبل میں ہزاروں مختلف و متضاد لفظی، حرفی و حرکی قراءات کی موجودگی ہی تو انہیں لرزہ براندام کئے رکھتی ہیں ....مگر ہمارا قرآن (انه لقران کریم) اپنے متواتر و متفق المتن ہونے کی برکت سے اسلامیان عالم کے درمیان وحدت و مودت کا سبب ہے اگرچہ معنوی تحریف کے باعث ہم مختلف گروہوں میں منقسم ہیں اس خلیج کو پاٹنا قطعاً مشکل نہ ہو گا اگر ہمارے درمیان وہی قرآن کریم جاری و ساری رہے جو اپنے متن کے اعتبار سے واحد و وحید اور یکتا و تنہا ہے جس کی وحدت و عظمت کا اعتراف پریٹزل نے ڈاکٹر حمید اللہ (مرحوم) کے سامنے کیا کہ تمام دنیا سے بیالیس ہزار مخطوط و مطبوع نسخوں میں سے اسے کہیں (لفظی، حرفی یا حرکی) تضاد نہیں مل سکا مسلمان کہلانے والے اللہ واحد و یکتا کے عابد و عَبِید اور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے فرد لبیب ہیں تو ہماری اپیل ہے کہ ایسی نامشکور مساعی سے دستکش ہو جائیں اور اللہ کے غیظ و غضب سے مامون ہو جائیں۔

.... اللھم اھدنا الصراط المستقیم.................................. آمین

حافظ محمد زبیر تیمی ☆

'سید سلیم شاہ' اور 'انور عباسی' کی خدمت میں

حجیت قراءات کا مسئلہ ضروریات دین سے تعلق رکھتا ہے جس کے بارے میں ادنی شک وشبہ کا اظہار بھی انسان سے عقیدہ وایمان کے متصادم ہے۔ رشد قراءات نمبر کی حالیہ اشاعتوں کے بعد اگرچہ اب الحمد للہ علم القراءات ایک جانا پہچانا علم بن چکا ہے، لیکن جن شخصیات نے اس بوٹے کو اپنے لہو سے سینچا ہے ان میں جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کی شخصیت اس اعتبار سے انتہائی نمایاں ہے کہ علم القراءات کی علمی فکر بحثوں کے حوالے سے علماء کرام کے سامنے غالبًا پہلی دفعہ آپ نے انتہائی ذمہ داری وتحقیق کے ساتھ حدیث سبعہ احرف کے مفہوم وتعبیر پر اردو زبان میں قلم اٹھایا اور متعدد علمی شخصیات کی آراء کے اختلاف کو ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی علمی رائے مفتیان واہل علم کے سامنے پیش کی۔ لیکن استخفاف حدیث کا ذہن چونکہ اس قسم کے کام پر کبھی مطمئن نہیں ہوسکتا چنانچہ حضرت کی آراء پر 'ادارہ المورد' کی اشراقی ذہنیت کے حامل دانشور انور عباسی نے اپنی کتاب 'انسانیت ہدایت کی تلاش میں' بھرپور تنقید کی ہے۔ چونکہ سبعہ احرف کے معنی ومفہوم کی تعیین میں حالیہ اشاعتوں میں اتنا کچھ شائع ہو چکا ہے کہ اس کے بارے میں مزید لکھنا تحصیل حاصل ہوگا۔

محترم حافظ محمد زبیر جو کہ جاوید احمد غامدی کے منحرفانہ افکار کے حوالے سے علمی حلقوں میں معروف ہیں، انہوں نے اس تحریر کو قارئین رشد کے لئے خصوصی طور پر لکھا ہے جس میں ادارہ طلوع اسلام کی فکر سے متاثر سکالر سید سلیم شاہ کی ذہنی الجھنوں اور انور عباسی کے بعض اعتراضات کا جائزہ قارئین رشد کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ [ادارہ]

سید سلیم شاہ صاحب فرام آزاد کشمیر کا ایک مضمون 'اَہل رُشد کی خدمت میں' کے عنوان سے 'رُشد' کے سابقہ دو قراءات نمبرز پر ۱۱ صفحاتی تبصرہ کی صورت میں موصول ہوا اور یہ مضمون ماہنامہ 'طلوع اِسلام' میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ تبصرہ ونقد اپنی جگہ بجا لیکن جناب کا لب ولہجہ تمسخر، تحقیر اور اِستہزاء پر مبنی ہے۔ اگر کسی اَخباری کالم میں ہم جناب کے تبصرے کا جواب دیتے تو شاید پطرس بخاری اور ابن انشا کی یاد تازہ ہو جاتی لیکن معاملہ کسی کامیڈی ڈرامے یا تھیٹر شو کا نہیں ہے بلکہ ایک دینی وسنجیدہ رسالے کا ہے۔ شاہ صاحب کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ 'مولوی' اپنے اُوپر ہونے والے طنز کا مسکت جواب دینے کی اہلیت واستطاعت رکھتے ہیں اور اردو اَدب کے ستون مولوی ڈپٹی نذیر اَحمد' مولانا عبد الحلیم شرر' مولانا اَبو الکلام آزاد اور بابائے اردو مولوی عبد الحق وغیرہ انہی مولویوں کے ہی پیش رَو ہیں کہ جن کا مذاق اڑانے کی آپ کوشش کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے تہذیب وشائستگی کے دائرے میں رہتے ہوئے علمی بحث کرنی ہے تو ہم اس کیلئے تیار ہیں اور اگر آپ نے نقد وتبصرے کی آڑ میں طنز کرنا ہے تو ہمیں اس کا جواب

☆ فاضل کلیة القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

www.KitaboSunnat.com

دینا بھی بفضل اللہ تعالیٰ آتا ہے۔

جناب سید سلیم شاہ صاحب نے اپنے ۱۱ر صفحات پر مشتمل تبصرے میں یہ کوشش کی ہے کہ کسی طرح 'رُشد' کے قلم کاروں میں سے ہر مضمون نگار کا ایک جملہ اپنے تبصرے میں ڈال ہی دیں تا کہ تبصرہ جامع مانع ہو سکے۔ اگر تو انہوں نے اپنے تبصرے کو جامع مانع ہی بنانا تھا تو قراءات اور تفاسیر کی کم اَزکم ایک ہزار کتابوں کا ایک ایک جملہ بھی اپنے تبصرے میں نقل کر دیتے تا کہ منکرین قراءات کو ۱۴ر صدیوں کی تاریخ قراءات' ہزاروں علماء' فقہاء اور قراء کی علمی تحقیقات پر نقد کا ایک ۱۱ر صفحاتی اِنسائیکلوپیڈیا تو میسر آ جاتا۔

سلیم شاہ صاحب نے اپنے مضمون کی اِبتداء شیخ اَحمد دیدات کے ایک واقعے سے کی ہے۔ اس واقعے کے مطابق اَحمد دیدات نے ایک پادری کو مناظرے کے دوران یہ کہہ کر لاجواب کر دیا کہ تم قرآن کا کوئی ایسا نسخہ دکھاؤ جو

www.KitaboSunnat.com

روایت حفص میں بھی موجود ہیں۔ ہم جناب سلیم شاہ صاحب سے یہی سوال کرتے ہیں کہ جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰى إِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ إِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴾ [طه : ٦٥] کہا تھا یا ﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰى إِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ إِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴾[الأعراف : ١١٥] سلیم شاہ صاحب کے قرآن میں یہ دونوں آیات موجود ہیں۔ کیا معاذ اللہ! اللہ کو یاد نہ رہا کہ جادوگروں نے کیا کہا تھا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھول گئے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ان تک کیا پہنچایا تھا۔ اسی طرح یہود نے کیا کہا تھا؟ ﴿ وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ﴾[بقره:٨٠] یا ﴿ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ﴾[آل عمران:٢٤] اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر پر اپنا عصا مارا تھا تو 'فانفجرت' ہوا تھا یا 'فانبجست' اور یہ دونوں الفاظ آپ کے قرآن میں موجود ہیں۔ دیکھیں آیات ﴿ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ﴾[بقره:٦٠] اور ﴿أَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ﴾ [الأعراف :١٦٠] اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کیا کہا تھا: ﴿ وَ لُوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفٰحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴾[الأعراف:٨٠] یا ﴿ وَ لُوْطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ إِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفٰحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴾[العنكبوت:٢٨] اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعا میں کیا کہا تھا: ﴿ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا ﴾ [بقره:١٢٦] یا ﴿ وَ إِذْ قَالَ إِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا ﴾[ابراهيم:٣٥]۔ دونوں آیات میں 'هذا بلدا' اور 'هذا البلد' کا فرق واضح ہے۔ اس قسم کے سینکڑوں اختلافات شاہ صاحب کے قرآن میں بھی موجود ہیں جن میں سے بیسیوں کی مثالیں اس شمارے کے ایک مضمون بعنوان 'اوجہ سبعہ کا روایت حفص میں استقصاء' میں مل جائیں گی۔ سوال تو یہ ہے کہ سلیم شاہ صاحب قرآن میں قراءت کے اس اختلاف کے باوجود بھی اسے اللہ کی کتاب قرار دیتے ہیں۔ کیوں؟

ہوسکتا ہے کہ سلیم شاہ صاحب منطق کی کسی شاخ کا سہارا لے کر قرآن کے ان مقامات کی کوئی تاویل پیش کر دیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لفظی طور پر باہم متعارض ومخالف ہیں اور قراءات کے اختلافات بھی یہی ہیں' اس سے زیادہ کچھ نہیں ہیں بلکہ اس سے کچھ کم ہی ہیں کیونکہ پہلی آیت کی جو مثال ہم نے دی ہے اتنے بڑے اختلافات تو قراءات عشرہ میں بھی نہیں ہیں۔ قراءات کے جتنے اختلافات ہیں' اس سے کچھ زائد ہی روایت حفص یعنی سلیم شاہ صاحب کے قرآن میں بھی موجود ہیں اور مستشرقین انہی اعتراضات کی بنیاد پر قرآن کا انکار کرتے ہیں۔ اب کیا مسلمانوں کو صرف اس بنیاد پر کہ مابین الدفتین قرآن میں اختلاف ہے' اس کا انکار ہی کر دینا چاہیے یا اس کا مسکت جواب دینا چاہیے؟

اگر قراءات پر سینکڑوں اعتراضات ہیں تو قرآن پر ہزاروں موجود ہیں۔ مستشرقین کے ان ہزاروں اعتراضات کے باوجود سلیم شاہ صاحب قرآن کو اللہ کی کتاب کیوں مانتے ہیں۔ اگر اس اُصول کو مان لیا جائے کہ کسی شے پر عقلی' منطقی یا نقلی اعتراض وارد کر دینے سے اس کا وجود اور نسبت ہی مشکوک ہو جاتی ہے تو پھر قرآن تو کیا اسلام بھی اور اسلام تو کیا خدا کا وجود بھی مشکوک ومشتبہ ہے کیونکہ اس پر بھی فلاسفہ کے سینکڑوں اعتراضات موجود ہیں۔ برطانوی مصنفہ کیرن آرمسٹرانگ نے اپنی کتاب (History of God) کی بنیاد اس اعتراض پر رکھی ہے کہ دنیا میں خدا کے وجود

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو ماننے والے مذاہب میں سے دو کا بھی تصورِ خدا ایک جیسا نہیں ہے۔ یہودیوں کا اپنا خدا ہے' عیسائیوں کا اپنا' ہندوؤں اور سکھوں کا اپنا اور مسلمانوں کا اپنا' اور اس پر بھی مستزاد یہ کہ مسلمانوں میں معتزلہ' مجسمہ' ماتریدیہ' اشاعرہ' سلفیہ' شیعہ اور صوفیاء کا تصور خدا بھی ایک نہیں ہے۔ اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ خدا ایک ایسی مبہم حقیقت ہے کہ دنیا میں دو افراد بھی کسی ایک خدا پر متفق نہیں ہیں۔ کیا اس بنیاد پر خدا کا ہی انکار کر دیا جائے کہ دنیا کے مذاہب میں بالخصوص اور مسلمانوں میں بالعموم خدا کی ذات وصفات کے بارے اختلاف پایا جاتا ہے۔ اختلاف ثابت کر کے کسی چیز کو اڑانے کا رویہ سیکولرازم اور دہریت نے پیدا کیا ہے ورنہ تو دنیا کی کس چیز میں اختلاف نہیں ہے اور اسی اختلاف میں ہی تو امتحان مقصود ہے۔ اگر کچھ فلاسفہ خدا کے عدم وجود کے دلائل دیں گے اور کچھ متکلمین اس کو ثابت کریں تو کیا ایک عامی کو اس اختلاف کی بنیاد پر خدا ہی کا اِنکار کر دینا چاہیے۔

بہر حال واقعہ موسیٰ ہی کو قرآن کے مختلف پاروں میں ایک ساتھ دیکھ لیں۔ ایک ہی بات' واقعہ اور حادثہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کے الفاظ مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف انبیاء اور اشخاص کے اقوال کو بطور حکایت اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے نہ کہ ان کے ایک ایک لفظ کی رعایت رکھی ہے۔ اسی طرح احادیث میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے مقصود کو سامنے رکھتے ہوئے اسے آگے بیان کر دیتے تھے لہٰذا صحابہ کے اس بیان میں باوجود آپ کے الفاظ کو نقل کرنے کے اہتمام کے' راویاں میں بھی باہمی اختلاف ہو جاتا ہے لیکن منکرین حدیث اس چیز کو احادیث میں اختلاف کے نام پر اِنکار حدیث کی دلیل بنا لیتے ہیں۔

منکرین حدیث جو اعتراضات حدیث پر وارد کرتے ہیں بعینہ وہی تمام اعتراضات مستشرقین بھی قرآن پر وارد کرتے ہیں مثلاً اَحادیث میں عریانی وفحاشی ہے۔ یہی بات مستشرقین نے قرآن کے بارے کہی ہے اور اس کی مثالیں بیان کی ہیں اور سورہ یوسف کو تو معاذ اللہ! داستان عشق تک کہا گیا ہے۔ منکرین احادیث کہتے ہیں کہ اَحادیث میں سائنس کی مخالفت ہے اور یہی بات مستشرقین قرآن کے بارے بھی ثابت کرتے ہیں اور اس کی مثالیں بھی بیان کرتے ہیں کہ قرآن سورہ کہف میں یہ کہتا ہے کہ سورج گدلے پانی کے چشمے میں غروب ہو رہا تھا۔ یہ ہمارا اس وقت کا موضوع نہیں ہے ورنہ ہم ان عتراضات کا ایک مختصر جائزہ لینے کی کوشش کرتے۔ ہوسکتا ہے سلیم شاہ صاحب قرآن کے دفاع میں ان اعتراضات کا مستشرقین کو کوئی جواب دیں لیکن جب یہی کام محدثین' حدیث کے حوالے سے کریں تو یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اب تاویلیں شروع کر دی ہیں؟

اَمر واقعہ یہ ہے کہ پہلے سے ایک عقیدہ جہالت کی بنیاد پر ذہنوں میں بچپن سے راسخ ہے کہ قرآن میں زیر' زبر' پیش اور شوشے کا فرق نہیں ہے۔ اب اس عقیدے کے اثبات کے لیے کچھ اُصولوں کی روشنی میں قراءات کا اِنکار کیا جا رہا ہے حالانکہ انہی اصول وضوابط کی روشنی میں قرآن کا انکار بھی لازم آتا ہے لیکن وہاں اَندھا عقیدہ تحقیق کے رستے حائل ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن میں ایک ہی واقعہ' حادثہ اور قائل کے قول کو بیان کرنے میں الفاظ کا فرق ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود قرآن میں اختلاف ثابت نہیں ہوتا لیکن اگر قراءات میں ایسا ہو تو اس بنیاد پر قرآن میں اختلاف ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر سبعہ اَحرف کے معنی ومفہوم کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہو تو یہ روایات ناقابل اعتبار قرار پاتی ہیں لیکن ساری امت اگر حروف مقطعات کے معنی ومفہوم کی تعیین میں ناکام ہو جائے تو پھر بھی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو بطور قرآن سینے سے لگایا جاتا ہے۔ **وعلی هذا القیاس .**

منکرین قراءات' چاہے وہ انور عباسی صاحب ہوں یا شاہ صاحب' اکثر و بیشتر کا معاملہ یہ ہے کہ جب بھی وہ اِنکار قراءات پر کام کریں گے تو ان کے کام کا ۷۰ تا ۹۰ فی صد حصہ سبعہ اَحرف کی روایت پر اعتراضات کے ضمن میں ہوتا ہے کیونکہ اسی ایک پہلو سے وہ قراءات کو مشکوک قرار دے سکتے ہیں۔ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن اپنے ثبوت کے لیے سبعہ احرف کی روایت کا محتاج نہیں ہے۔آج روایت حفص اور روایت ورش کو کروڑوں مسلمان پڑھ رہے ہیں۔ان روایات کے ماہرین ان کی اسناد اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچا رہے ہیں۔دونوں روایات کے مطابق لاکھوں مصاحف صدیوں سے لکھے جا رہے ہیں اور سالہا سال سے شائع ہو رہے ہیں۔اب بھی ان روایات کو قرآن ثابت کرنے کے لیے سبعہ اَحرف کی روایت کی کوئی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟۔قراءات کے ثبوت میں سبعہ اَحرف تو ایک اضافی دلیل ہے اور مانا کہ اس کے معنی و مفہوم میں علماء و قراء کا اختلاف ہے۔لیکن آپ حضرات بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک اپنے قرآن میں حروف مقطعات کے معنی و مفہوم پر دو بندوں کا اتفاق تو ثابت کر دیں۔کیا اس بنیاد پر کہ قرآن کی جن آیات کے معنی و مفہوم میں ۱۴ صدیوں سے علماء و مفسرین میں اتفاق نہ ہو سکا' ان آیات کا ہم اِنکار کر دیں؟ اگر نہیں تو کیا اُصول تحقیق کا یہی تقاضا ہے کہ جب منکرین قراءات کے اُصولوں کی روشنی میں قراءات پر تنقید کرنے کا دعویٰ قائم ہو جائے تو کسی دفاع کی بجائے قراءات کا ہی انکار کر دیا جائے اور اگر انہی منکرین قراءات کے انہی اصولوں کی روشنی میں قرآن مجید پر بھی وہی اعتراضات قائم ہو جائیں جو بعینہ قراءات پر قائم ہوتے ہیں تو قرآن کو اس لیے ثابت قرار دیا جائے کہ اس پر ہمارا اندھا اعتقاد (blind faith) ہے۔اگر مسئلہ اندھے اعتقاد کا ہے تو پھر تو دنیا کا ہر مذہب' چاہے وہ ہندو ہو یا سکھ' حق پر مبنی ہے۔

سلیم شاہ صاحب کے قرآن میں تین مقامات پر 'ص' کے اوپر چھوٹا سا 'س' بھی لکھا ہوا ہے۔ ﴿**بصطة**﴾ [بقرہ:۲۴۷] ﴿**المصیطرون**﴾ [الطور:۳۷] ﴿**بمصیطر**﴾ [الغاشیة:۲۲] اب یہ لفظ 'ص' کے ساتھ ہے یا 'س' کے ساتھ؟ یہ ہمیں شاہ صاحب بتائیں گے۔اسی طرح پاکستان میں طبع شدہ مصاحف میں سورہ روم کی آیت ۵۴ میں 'ضُعْف' ضمہ کے ساتھ لکھا ہے،اور کنارے پر یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اس کو 'ضَعْف' فتحہ کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ان دونوں میں سے کون سا درست ہے؟ یہ شاہ صاحب طے کریں گے اور پاکستان میں لاکھوں کی تعداد میں چھپنے والے ان مصاحف کی تصحیح کا فریضہ سرانجام دیں گے جن کے بارے وہ یہ دعویٰ کرتے نہیں تھکتے کہ اس میں زیر' زبر کا فرق نہیں ہے،اور عامة الناس کو یہ بھی بتائیں گے کہ پادری صاحب کو قرآن میں اختلاف دکھانے کے لیے دو نسخوں میں اختلاف دکھانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ پاکستان میں شائع شدہ لاکھوں مصاحف میں ایک ہی نسخے میں **ما بین الدفتین** بھی بہت سے اختلافات دکھائے جا سکتے ہیں۔

سلیم شاہ صاحب ہماری یہ بھی رہنمائی فرمائیں کہ وہ قرآن کے لفظ ﴿**مجرٖها**﴾ [ھود:۴۳] کو کیسے پڑھیں گے۔ اگر تو وہ اس لفظ کو پڑھتے وقت اس میں امالہ کرتے ہیں یعنی اس کو 'مجرے ها' پڑھتے ہیں تو یہ رسم یعنی لکھے ہوئے کے خلاف ہے کیونکہ شائع شدہ مصاحف میں اس لفظ میں 'راء' کے نیچے کھڑی زیر ہے اور طبع شدہ لفظ کے مطابق اس کی قراءت 'مجری ها' بنتی ہے۔اگر تو شاہ صاحب اسے لکھے ہوئے کے مطابق 'مجری ها' پڑھتے ہیں تو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستان میں وہ پہلے شخص ہوں گے جو قرآن کے اس لفظ کو یوں پڑھنے کا شرف حاصل کر رہے ہوں گے۔ اس نکتے میں ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ لکھے ہوئے قرآن کو پڑھنے میں بھی عوام الناس قراء کے محتاج ہیں۔ قرآن کی حفاظت کتابت سے نہیں ہوئی بلکہ نقل سے ہوئی ہے۔ کتابت تو اس کی حفاظت کا ایک اضافی ذریعہ ہے۔ ہمارے معاشرے کا ۹۹ رفی صد طبقہ ایسا ہے جو آج بھی مسجد کے قاری صاحب سے قرآن حاصل کر رہا ہے نہ کہ براہ راست قرآن سے سیکھ رہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اصل قرآن قراء ہی سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ عامۃ الناس سے' اور عامۃ الناس قرآن کے حصول میں قراء کے تابع ہیں۔

الحمد للہ! آج کسی بھی بریلوی' دیوبندی' اہل حدیث' حنفی' مالکی' شافعی یا حنبلی کو یہ سوال پیدا نہیں ہوتا ہے کہ روایت حفص کے علاوہ بھی قرآن ہے یا نہیں؟ اگر انہیں یہ سوال پیدا ہو بھی جائے تو وہ اپنے علماء اور قراء پر اس مسئلے میں اعتبار کرتے ہیں اور وہ تمنا عمادی صاحب سے پوچھنے نہیں جاتے کہ یہ قرآن ہے یا نہیں۔ اس طرح بیس روایات کے قرآن ہونے پر امت کا اتفاق حاصل ہو جاتا ہے سوائے ان لوگوں کے اختلاف کہ جن کی تعداد و رائے کو امت کے اتفاق کے بالمقابل کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے۔ آج اللہ کے فضل سے مرکز اسلام' مسجد نبوی اور دنیا کی کئی ایک بڑی اور معروف مساجد میں بھی نماز میں متنوع قراءات میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔

ہم جناب سلیم شاہ صاحب کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کی تحقیقات کے کچھ نمونے قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہیں گے تاکہ جوان کا میدان نہیں' اس میں وہ آئندہ بھی علم کے موتی بکھیرتے ہوئے اہل علم سے داد تحقیق وصول کرتے رہیں۔ ہم نے جناب غامدی صاحب پر تنقید کے دوران اپنے ایک مضمون میں یہ لکھا تھا کہ اُنہوں نے لفظ 'قراءت' کو 'قرأت' لکھا ہے جو عربی زبان کے اعتبار سے غلط ہے۔ جناب شاہ صاحب اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہم قاری (صفدر) صاحب اور حافظ (زبیر) صاحب کی بات مان لیتے ہیں۔ لیکن کیا وہ اس کی وضاحت کریں گے کہ اصل لفظ اگر بڑی تاء سے قراءت ہے تو چھوٹی تاء سے 'قراءۃ' کیونکر درست ہو گا؟ (جس طرح کلمہ التابوت اور التابوۃ دونوں طرح درست نہیں ہے) پھر رشد حصہ دوم میں مولانا مبشر احمد ربانی نے (ص ۵۴)' قاری صہیب میر محمدی صاحب نے (ص ۶۰۔۷۵)' قاری صہیب احمد صاحب نے (ص ۳۹۴ تا ۳۹۷) اور بڑے حافظ صاحب یعنی حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب نے (ص ۶۷۷) یہ لفظ چھوٹی تاء سے 'قراءۃ' کیوں لکھا؟ شاید آپ منطق کی کسی شاخ کو کھینچ تان کر اسے بھی درست قرار دیں' حالانکہ آپ کے نزدیک درست لفظ ایک ہی ہے، آپ کی مزید اطلاع کے لیے عرض ہے کہ علمی اردو لغت (وارث سرہندی) میں تین جگہوں پر' شان الحق صاحب کی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری اور فیروز سنز کی اردو انگلش ڈکشنری میں یہ لفظ قرأت ہی لکھا ہے نہ کہ قراءت۔ ان سب کو بھی جانے دیں لیکن اس کی کیا توجیہ ہو گی کہ آپ کے لیے مکمل سند رکھنے والے شیخ المشائخ إمام القراء أبو محمد محي الإسلام عثماني پانی پتی نور اللہ مرقدہ کی کتاب شرح قرا آت ص ۱ حصہ اول کے ص ۲۹ پر تین جگہوں پر لفظ قراءت کو 'قرائت' لکھتے ہیں جو بالکل مختلف ہے اور باقی جگہوں پر چھوٹی تا 'ۃ' سے، غالبًا یہاں آپ کتابت کی غلطی قرار دیں۔ چونکہ بقول عطاء الحق قاسمی کج بحثی کا اپنا ہی مزہ ہے۔ اگر ایسا ہوا تو ہم خاموش ہو جائیں گے۔ کتاب کا ٹائٹل ہی آپ لوگوں کے نزدیک غلط ہو گا۔ کیونکہ آپ تو قراءت جمع 'قراءات' ہی کو درست مانتے ہیں۔ قرا آت کس طرح درست ہو سکتا ہے۔"

[اہل رشد کی خدمت میں: ۱۰]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے نزدیک دنیا کا مشکل ترین کام کسی ایسے جاہل کو سمجھانا ہے جسے علم وتحقیق کا شوق چڑھ گیا ہو۔ شاہ صاحب کو ہم کیسے سمجھائیں کہ لفظ 'قراءت' اور 'قراءۃ' دونوں طرح درست ہے۔ چلیں! قرآن سے سمجھتے ہیں۔ قرآن نے لفظ 'نعمت' اور 'نعمة' دونوں طرح استعمال کیا ہے۔ سورۃ بقرۃ آیت ۲۳۱ میں یہ لفظ 'نعمت' لمبی تاء کے ساتھ اور سورۃ ضحیٰ آیت ۱۱ میں یہ لفظ 'نعمة' گول تاء کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ سورۃ بقرۃ ۲۱۸ آیت میں لفظ 'رحمت' لمبی تاء کے ساتھ استعمال ہوا ہے جبکہ سورة الأحقاف آیت ۱۲ میں یہ لفظ 'رحمة' گول تاء کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ اس طرح کے قرآن میں بیسیوں مقامات ہیں جن میں کسی جگہ ایک ہی کلمے کا رسم الخط لمبی تاء کے ساتھ اور دوسری جگہ گول تاء کے ساتھ ہے۔

سلیم شاہ صاحب کو جو یہ غلط فہمی لگی کہ 'التابوت' اور 'التابوة' میں کون سا درست ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لغت عرب میں دونوں درست ہیں لیکن قرآن میں ان میں سے ایک کا لکھا جانا تھا اور قریش اس کو لمبی تاء سے لکھتے تھے لہٰذا قرآن میں لمبی تاء سے لکھا گیا۔ محسوس ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے تیز گام کی رفتار سے دونوں رسالوں کا مطالعہ فرمایا ہے۔ ان کے تبصرے سے اندازہ ہوتا ہے کہ دوران مطالعہ کئی مقامات پر نفس مضمون کی باریکی تک نہ پہنچ سکے۔ اور کسی مضمون نگار کی عبارتوں کا جو سرسری مفہوم ان کے دل ودماغ میں سما گیا بس اس کی بنیاد پر انہوں نے تنقید کی بنیادیں کھڑی کرنا شروع دیں۔ 'رُشد' کے کسی بھی مضمون میں یہ بات موجود نہیں ہے کہ عربی زبان میں 'التابوت' اور 'التابوة' میں سے ایک ہی درست ہے۔

طرفہ تماشہ یہ ہے کہ جناب سلیم شاہ صاحب نے لفظ 'قرأت' کو درست ثابت کرنے کے لیے اردو اور انگلش ڈکشنریوں کے حوالے دینا شروع کر دیے۔ 'قرأت' تو عربی لفظ ہے' چاہیے تو یہ تھا کہ محقق صاحب اس لفظ کی تحقیق میں کسی عربی ڈکشنری کا حوالہ دیتے لیکن سلیم شاہ صاحب جیسے محقق اگر فارسی اور پشتو کی کسی ڈکشنری کا بھی حوالہ دے دیتے تو ہمیں حیرت نہ ہوتی کیونکہ فی زمانہ محققین کی ایک جماعت کے ہاں 'چولیاں' تحقیق کا بنیادی تقاضا شمار ہوتی ہیں اور بقول حافظ محمد زبیر 'چولیاں مارنے میں بھی اپنا ہی مزہ ہے'۔ سلیم شاہ صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ عربی زبان میں لفظ 'قراءت' اور 'قرأت' میں فرق ہے۔ پہلا لفظ قرأ یقرأ سے مصدر ہے جس کا معنیٰ 'پڑھنے' ہیں جبکہ دوسرے لفظ کا تلفظ 'قِرْأَة' کیا جاتا ہے اور امام لغت امام اصمعی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۶ھ) کے نزدیک لفظ 'قِرْأَة' وباء کے معنیٰ میں ہے اور اس کو بعض حضرات لمبی تاء کے ساتھ 'قِرْأَت' بھی لکھتے ہیں۔ اسی طرح یہ لفظ یعنی 'قرأت' واحد مونث غائب کا صیغہ بھی بن سکتا ہے اس معنیٰ میں کہ وہ عورت حیض والی ہوئی۔ اسی طرح اگر اس لفظ کو آخر میں گول تاء کے ساتھ لکھیں یعنی 'قرأة' تو یہ 'کفرة' کے وزن پر قاری کی جمع ہوگی۔ [لسان العرب: ۱/۱۳۲' تهذيب اللغة: ۳/۲۶۳]

سلیم شاہ صاحب یہ کوئی پشتو نہیں ہے' عربی زبان ہے جہاں زیر' زبر سے معنیٰ میں زمین وآسمان کا فرق پڑ جاتا ہے اور یہ تو ایک الف کا حذف ہے۔ اور ایک الف ہی کے حذف سے تثنیہ کا صیغہ واحد کا بن جاتا ہے اور آپ اب بھی فرماتے ہیں کہ غامدی صاحب نے اگر ایسے لکھ ہی دیا ہے تو فرق کیا پڑتا ہے۔

سلیم شاہ صاحب نے خواہ مخواہ لفظ 'قراءت' اور 'قرائت' میں بھی فرق کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ ان دونوں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاظ کا معنی ایک ہی بنتا ہے سوائے اس فرق کہ پہلے لفظ میں ہمزہ کرسی کے بغیر ہے اور دوسرے لفظ میں ہمزہ کو یاء کی کرسی دی گئی ہے۔ کتابت کے ایسے اختلافات تو سلیم شاہ صاحب کے قرآن کے ہر دوسرے نسخے میں موجود ہیں۔ کبھی انہیں سعودی عرب اور پاکستان کے شائع شدہ مصاحف کا تقابلی مطالعہ کرنے کی فرصت ملے تو انہیں اپنے اس عقیدے کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے گی کہ قرآن کے دو نسخوں میں شوشے کا بھی فرق نہیں ہے۔ اس اختلاف کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ پاکستان کے طبع شدہ مصاحف میں کئی ایک مقامات پر رسم عثمانی کے مطابق کتابت نہیں پائی جاتی جبکہ سعودی مصاحف خاص طور پر مصحف مدینہ رسم عثمانی کے مطابق ہے اور ایک محقق شدہ نسخہ ہے۔ سلیم شاہ صاحب یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ بعض الفاظ میں رسم کے اختلاف سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا جبکہ بعض الفاظ میں رسم کی تبدیلی سے معنی بھی تبدیل ہو جاتا ہے اور شاہ صاحب جس لفظ کی بات کر رہے ہیں یعنی 'قرأت' اس میں رسم کی تبدیلی سے معنی بھی تبدیل ہو جاتا ہے اور اس کا معنی 'قراءت' کی طرح پڑھنا نہیں ہے بلکہ حیض یا وباء کا مفہوم اس میں پیدا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح سلیم شاہ صاحب نے لفظ 'قراءات' اور 'قراآت' میں بھی فرق کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ الف کے بعد اگر ہمزہ ہو تو اس کو 'آ' بھی لکھ سکتے ہیں اور اس سے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کبھی کبھار تو اس قسم کے بے تکے اعتراضات پر مبنی مضامین کا جواب دیتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ فضول میں وقت ضائع کر رہے ہیں لیکن پھر یہ سوچ ذہن میں آتی ہے کہ کوئی سادہ مسلمان ان نام نہاد محققین کی تحقیق سے بھٹک نہ جائے تو دل کو کچھ تسلی ہوتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان ہمارے مضمون کی وجہ سے بھٹکنے سے بچ گیا تو شاید ہمارا وقت بھی قیمتی بن جائے۔

آئیں! ہم قراءات کے مسئلہ کو ایک اور پہلو سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم جناب انور عباسی اور سید سلیم شاہ صاحب سے یہ پوچھتے ہیں کہ جو قرآن ان کے پاس ہے' ان کے نزدیک اس کے قرآن ہونے کی دلیل کیا ہے؟۔ یعنی انہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ وہی قرآن ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کو دیا گیا تھا اور اس میں تحریف نہیں ہوئی۔ پس جو معیار وہ اپنے قرآن کے لیے بتائیں گے' اسی معیار پر قراءات کو بھی پرکھ لیں۔ اگر تو ہم اس قرآن (جسے قراء روایت حفص کہتے ہیں) کو اس لیے مانتے ہیں کہ پوری اُمت اس قرآن کو مانتی ہے تو یہ بات درست نہیں ہے۔ مغرب اقصی اور افریقہ کے سینکڑوں شہر اور کروڑوں کی آبادی ایسی ہے جو ہمارے قرآن (روایت حفص) سے نا آشنا ہے اور اگر وہاں سلیم شاہ صاحب یا انور عباسی صاحب عوامی مقامات (public place) پر اپنے قرآن کی تلاوت کریں گے تو عوام الناس مرنے مارنے پر تل آئیں گے کیونکہ وہ قراءات کے اختلافات سے واقف نہیں ہیں۔ ہاں! ان ممالک کے علماء ان اختلافات سے واقف بھی ہیں اور ان کے مطابق قرآن پڑھنے کی اجازت بھی دیتے ہیں۔ پس قرآن درحقیقت وہ ہے جس پر علماء' فقہاء اور قراء کے طبقے کا اتفاق ہو کہ یہ قرآن ہے اور جمیع فقہائے مالکیہ' شافعیہ' حنفیہ' حنابلہ' اہل الحدیث اور اہل الظاہر قراءات کے اختلافات کے قائل ہیں۔ جہاں تک شاہ صاحب کے قرآن (روایت حفص) کا معاملہ ہے تو امت مسلمہ کے عامۃ الناس کا اس کے قرآن ہونے پر اتفاق نہیں ہے۔ مشرق میں روایت حفص کو قرآن سمجھا جاتا ہے تو مغرب اقصی اور افریقہ میں روایت ورش کو اور کچھ ممالک میں روایت دوری کو قرآن سمجھا جاتا ہے۔ اور انہی روایات کے مطابق متعلقہ ممالک میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصاحف چھپتے ہیں' لوگ نمازیں پڑھتے ہیں اور انہی روایات کو ان کے بچے حفظ بھی کرتے ہیں۔

اَنور عباسی صاحب کی خدمت میں چند گزارشات

جناب اَنور عباسی صاحب نے بھی اپنے مضمون میں سارا زور سبعہ اَحرف کے معنی و مفہوم کے تعین میں اختلاف ثابت کرنے میں لگا دیا ہے کہ جس کی چنداں ضرورت نہیں تھی کیونکہ اس کے معنی و مفہوم میں اختلاف ہے' یہ بات تو سب کو معلوم ہے جس طرح ہر کسی کو یہ بھی معلوم ہے کہ قرآن کے معنی و مفہوم کے تعین میں علماء کا اختلاف ہر دور میں رہا ہے اور رہے گا۔لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک مفسرین کے اختلاف کے باوجود کوئی بھی مسلمان تفسیر کے اس اختلاف کو بنیاد بنا کر قرآن کا اِنکار نہیں کرتا۔ ہاں! مستشرقین مسلمانوں کو قرآن کی ہر تیسری آیت کے معنی و مفہوم میں اختلاف کا طعنہ ضرور دیتے ہیں۔ایک جرمن مستشرق ڈاکٹر پیون کہ جس نے ۱۳ سال یمن کے قدیم مصاحف پر تحقیقی کام کیا ہے' قرآن کی عربی کے بارے کہتا ہے:

> " The Qur'an claims for itself that it is 'mubeen,' or clear, but if you look at it, you will notice that every fifth sentence or so simply doesn't make sense. Many Muslims will tell you otherwise, of course, but the fact is that a fifth of the Qur'anic text is just incomprehensible. This is what has caused the traditional anxiety regarding translation. If the Qur'an is not comprehensible, if it can't even be understood in Arabic, then it's not translatable into any language. That is why Muslims are afraid. Since the Qur'an claims repeatedly to be clear but is not-there is an obvious and serious contradiction. Something else must be going on."
>
> (Retrieved from "http://en.wikipedia.org/wiki/Gerd_R._Puin)

جہاں تک ہم نے غور کیا ہے جناب اَنور عباسی کی قراءات کے بارے تحقیق کو تحقیق کہنا ہم تحقیق کی توہین سمجھتے ہیں کیونکہ درحقیقت یہ دو چار افراد کی تحقیق کا خلاصہ ہے جو انہوں نے نقل کر دیا۔اپنے طے شدہ تحقیقی نتائج کے حصول کے لیے دو افراد جناب جاوید احمد غامدی اور شہزاد سلیم صاحب کی تحقیق سے انہوں نے سب سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔ جناب غامدی صاحب کے نظریہ قراءات کا مفصل جواب ہم ماہنامہ 'رُشد' جون ۲۰۰۹ء کے دو مضامین میں نقل کر چکے ہیں' اَنور عباسی صاحب ان کی طرف رجوع فرما لیں۔ جہاں تک انور عباسی صاحب کے دوسرے مصدر و ماَخذ کا تعلق ہے یعنی محترم شہزاد سلیم صاحب تو ان کی تحقیق کے نمونوں میں سے ایک نمونہ بھی پیش خدمت ہے۔

جناب اَنور عباسی صاحب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ والی روایت کہ جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع قراءات قرار دیا گیا' کو من گھڑت سمجھتے ہیں اور اس کی دلیل ان کے پاس جناب شہزاد سلیم صاحب کی تحقیق ہے۔انور عباسی صاحب' شہزاد سلیم صاحب کی تحقیق کا خلاصہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

① یہ روایت غرب ہے۔ اس کی ابتدائی دو کڑیاں صرف ایک ایک روای سے جڑی ہوئی ہیں۔ اسے صرف انس بن مالک روایت کرتے ہیں اور ان سے صرف ابن شہاب زہری نے روایت کی ہے۔اس کا واضح مطلب یہ ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کہ تقریباً نصف صدی تک صرف چند اشخاص ہی کو اس روایت کا علم تھا۔

(۲) اس روایت کا کوئی متن بھی ابن شہاب زہری ﷫ کی متنازع شخصیت کے بغیر نہیں ہے۔ ان کی موجودگی ہی اس روایت کو مشکوک بنائے دے رہی ہے۔

(۳) اس روایت کو اور زیادہ مشکوک اس حقیقت نے بنا دیا ہے کہ ابراہیم بن سعد ہی ابن شہاب زہری ﷫ سے روایت کر رہے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ ان کی آپس میں ملاقات ہوئی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی عمر زہری کی وفات کے وقت بمشکل سولہ سال تھی اور زہری ایلہ کے مقام پر رہتے تھے جبکہ ابراہیم بن سعد کی رہائش مدینہ میں تھی۔

(۴) ابن حزم ﷫ نے لکھا کہ حضرت عثمان ؓ کے عہد تک لاکھوں کی تعداد میں قرآن اسلامی مملکت میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان کی موجودگی میں اختلاف قراءت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا تھا جیسا کہ اس روایت میں بتایا گیا ہے۔ اس میں پریشانی والی کوئی بات ہی نہیں تھی۔

(۵) اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ کسی قسم کا کوئی اختلاف پیدا ہوا تھا تو اس کا ایک آسان اور سیدھا حل یہی ہوسکتا تھا کہ اس جگہ قرآن کے نسخے بھیج دیے جاتے۔

(۶) یہ حقیقت تو ہر کوئی جانتا ہے کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اس روایت میں حضرت عثمان ؓ نے حضرت زید بن ثابت ؓ کو‘ جو خود بھی قریش نہیں تھے‘ کہا کہ اس قرآن کو قریش کی زبان میں لکھنا۔ اگر یہ قرآن‘ اسی نسخہ سے نقل کیا جانا تھا جو پہلے سے موجود تھا تو فرق یا اختلاف پیدا ہی نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ وہ تو لکھا ہی قریش کی زبان میں گیا تھا جو خود حضرت زید بن ثابت ؓ ہی نے لکھا تھا اور پھر کوئی کمیٹی بنانے کی ضرورت کس طرح پیش آ گئی کہ حضرت زید بن ثابت ؓ کی تصحیح کی جا سکے کیونکہ اصل نسخہ بھی تو ان ہی کا لکھا ہوا تھا اور اب تو وہ محض اس کی صرف نقل کر رہے تھے! یہ وجوہات ہیں جن کی وجہ سے ہم حضرت عثمان ؓ کے جمع قرآن کی روایت قبول نہیں کر سکتے۔‘‘ [انسانیت ہدایت کی تلاش میں: ۲۸۵، ۲۸۷]

اس تبصرے کی بنیاد ٦ نکات ہیں۔ ہم ترتیب وار ان نکات کا جواب نقل کر رہے ہیں:

(۱) جناب اَنور عباسی صاحب نے اس لفظ کو ’غرب‘ لکھا ہے حالانکہ اصل اصطلاح ’غریب‘ کی ہے۔ شہزاد سلیم صاحب نے اپنے انگریزی مضمون میں یہ اصطلاح صحیح نقل کی ہے لیکن شاید انور عباسی صاحب انگریزی سے ترجمہ کرتے ہوئے اس کا صحیح تلفظ محفوظ نہ کر سکے۔ جب کسی محقق صاحب کے دین کے مصادر و مآخذ کی انتہاء اردو اور انگریزی کتابیں اور انسائیکلو پیڈیاز ہوں تو اس قسم کی چھوٹی موٹی غلطیاں تو ہو ہی جاتی ہیں۔ اگر کسی صاحب علم سے یہ لفظ یوں نقل ہوا ہوتا تو ہم ضرور اسے طباعت کی غلطی پر محمول کرتے لیکن اصول حدیث کی الف باء سے ناواقف شخص کے بارے طباعت کی غلطی کی تاویل کرنے سے ہماری طبیعت اباء کرتی ہے۔ جناب شہزاد سلیم صاحب کا یہ مضمون المورد کے انگریزی رسالہ 'Rennaisance' کے فروری ۲۰۰۰ء کے شمارہ میں شائع ہوا ہے۔ شہزاد سلیم صاحب نے اپنے اس مضمون میں ’غریب‘ حدیث کو 'weak report' یعنی ضعیف روایت کہا ہے۔ اگر کسی مدرسے یا دار العلوم کے شیخ الحدیث کے سامنے یہ علمی نکتہ رکھا جائے تو بجائے کسی تبصرہ کرنے کے ایسے محقق پر اس کی ہنسی نہ رکے۔ ’غریب‘ روایت کا صحت وضعف کے ساتھ کوئی تعلق ہے ہی نہیں۔ محدثین ہم تک پہنچنے کے اعتبار سے جب حدیث کی قسمیں

www.KitaboSunnat.com

بیان کرتے ہیں تو پھر خبر متواتر' خبر واحد' مشہور' عزیز اور غریب کی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں اور جب بات کسی حدیث کی قبولیت و عدم قبولیت کی ہوتی ہے تو پھر صحیح لذاتہٖ' صحیح لغیرہٖ' حسن لذاتہٖ' حسن لغیرہٖ' ضعیف' معلول' شاذ' مضطرب' مرسل' منقطع' معلق' معضل' منکر اور موضوع وغیرہ جیسی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔

اس روایت کے 'غریب' ہونے کی وجہ جناب شہزاد سلیم صاحب کی یہ نادر تحقیق ہے کہ اس کی ابتدائی دو کڑیاں یعنی ابن شہاب زہری اور انس بن مالک صرف ایک ایک راوی سے جڑی ہوئی ہیں۔ انس بن مالک ؓ تو صحابی ہیں اور ابن شہاب' حدیث کے امام ہیں لہٰذا اگر یہ روایت غریب بھی ہو تو متعلقہ افراد کی جلالت علمی کی وجہ سے اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

جہاں تک اس بات کا معاملہ ہے کہ حضرت عثمان ؓ کے جامع قراءات ہونے کا دعویٰ پہلے پچاس سالوں میں صرف انہی دو اشخاص نے کیا ہے تو یہ قطعاً درست نہیں ہے۔ حضرت عثمان ؓ کے جامع قراءات ہونے کی بیسیوں روایات موجود ہیں کہ جن میں پہلی دو کڑیوں میں ان دو اشخاص کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ ہمارا مقصود یہاں ان روایات کا احصاء کرنا نہیں ہے لیکن نمونے کے طور پر ہم دو روایات مع اسناد بیان کر دیتے ہیں تا کہ شہزاد سلیم صاحب اور ان کے خوشہ چیں جناب انور عباسی صاحب کے علم میں اضافہ ہو سکے۔

"أخبرنا أبو عبد الله الحافظ وأبو سعيد بن أبي عمرو قالا: حدثنا أبو العباس: محمد بن يعقوب حدثنا أحمد بن عبد الحميد الحارثي حدثنا الحسين يعني ابن علي الجعفي عن محمد بن أبان وهو زوج أخت حسين عن علقمة بن مرثد عن العيزار بن جرول عن سويد ابن غفلة عن علي قال: اختلف الناس في القرآن على عهد عثمان قال: فجعل الرجل يقول للرجل: قراءتي خير من قراءتك قال: فبلغ ذلك عثمان فجمعنا أصحاب رسول الله ﷺ فقال: إن الناس قد اختلفوا اليوم في القراءة وأنتم بين ظهرانيهم فقد رأيت إن أجمعهم على قراءة واحدة. قال: فأجمع، رأينا مع رأيه على ذلك. قال: وقال علي: "لو وليت مثل الذي ولي، لصنعت مثل الذي صنع."

[السنن الكبرى للبيهقي' كتاب الصلاة' باب الدليل على أن ما جمعته مصاحف الصحابة ؓ؛ الشريعة للآجري' كتاب الإيمان و الصلاة بأن الجنة والنار مخلوقتان' باب ذكر اتباع علي بن أبي طالب ؓ]

اس روایت میں نہ تو انس بن مالک ؓ ہیں اور نہ ہی ابن شہاب زہری ؒ۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

"حدثنا عبد الله قال: حدثني عمي قال: حدثنا أبو رجاء قال: أخبرنا إسرائيل عن أبي إسحاق عن مصعب بن سعيد قال: قام عثمان فخطب الناس فقال: أيها الناس عهدكم بنبيكم منذ ثلاث عشرة وأنتم تمترون في القرآن وتقولون قراءة أبي و قراءة عبد الله. يقول الرجل: وا! ما تقيم قراءتك فأعزم على كل رجل منكم ما كان معه من كتاب الله شيء لما جاء به، وكان الرجل يجيء بالورقة والأديم فيه القرآن حتى جمع من ذلك كثرة، ثم دخل عثمان فدعاهم رجلا رجلا، فناشدهم لسمعت رسول الله ﷺ وهو أملاه عليك؟ فيقول: نعم، فلما فرغ من ذلك عثمان قال: من أكتب الناس؟ قالوا: كاتب رسول الله ﷺ زيد بن ثابت قال: فأي الناس أعرب؟ قالوا: سعيد بن العاص قال عثمان: فليمل سعيد واليكتب زيد، فكتب زيد وكتب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصاحف ففرقها في الناس فسمعت بعض أصحاب محمد يقول: قد أحسن .

[كتاب المصاحف' باب جمع عثمان ، كنز العمال۵۸۴/۲]

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے علاوہ ابو قلابہ بصری (متوفی ۱۰۴ھ) نے بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جامع قراءات ہونے کو نقل کیا ہے۔

[مشكل الآثار للطحاوي' باب بيان مشكل ما روي عن رسول الله ﷺ ؛ المقنع في رسم مصاحف الأمصار' باب ذكر من جمع القرآن في الصحف أولا ومن أدخله بين اللوحين]

❷ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس روایت کا کوئی بھی متن ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی متنازع شخصیت کے بغیر موجود نہیں ہے۔ ہم اس دعویٰ کے رد میں اوپر دو ایسی احادیث نقل کر چکے ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جامع قراءات ہونے کو بیان کر رہی ہیں اور ان کی سند میں ابن شہاب زہری رحمہ اللہ موجود نہیں ہیں۔ امام الحدیث ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کو متنازع شخصیت ثابت کرنے کا اعتراض درحقیقت سلیم شہزاد صاحب کے استاذ جناب غامدی صاحب کا ہے اور جناب غامدی صاحب نے اپنے ایک من گھڑت فلسفے کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی شخصیت کو متنازع بنانے کی کوشش کی ہے۔ جس کا مفصل جواب ہم ماہنامہ 'رشد' جون ۲۰۰۹ء میں نقل کر چکے ہیں۔ انور عباسی صاحب اس کی طرف رجوع فرمالیں۔

❸ اس روایت پر ایک اعتراض یہ فرمایا گیا ہے کہ اس میں ایک راوی ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے ملاقات ممکن نہیں ہے کیونکہ ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ مدینہ میں رہتے تھے اور امام زہری رحمہ اللہ 'ایلہ' کے مقام پر' علاوہ ازیں ابن شہاب رحمہ اللہ کی وفات کے وقت ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کی عمر ۱۶ سال تھی۔

جناب محقق شہزاد سلیم صاحب نے اس کہانی کو ثابت کرنے کے لیے ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب 'تهذیب التهذیب' کی طرف اشارہ کر دیا لیکن انہیں ابن حجر رحمہ اللہ کی عبارت نقل کرنے کی توفیق نہ ہوئی کیونکہ ابن حجر رحمہ اللہ کا موقف ان کی اس کہانی کے بالکل برعکس ہے۔ جناب شہزاد سلیم صاحب جس کتاب کے متفرق بیانات کو جوڑ کر ایک کہانی وضع کر رہے ہیں' اسی کتاب کے مصنف کی یہ رائے ہے کہ ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے ملاقات ثابت ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے سماعت کی صراحت کی ہے۔ [تهذيب التهذيب: ۹/ ۳۹۶] ابن حجر رحمہ اللہ تو کجا تمام محدثین نے ان کی سماعت کی صراحت کی ہے سوائے جناب شہزاد سلیم صاحب اور ان کے خوشہ چیں محقق جناب انور عباسی صاحب کے۔ ابن عدی رحمہ اللہ کا قول ہے:

"وقال ابن عدي... وله أحاديث صالحة مستقيمة عن الزهري وغيره" [تهذيب التهذيب:۱/۱۰۷]

"وسئل أبو زكريا أيهم أحب إليك في الزهري إبراهيم بن سعد أو ابن أبي ذئب فقال إبراهيم: أحب إلي من أبي ذئب في الزهري" [سير أعلام النبلاء:۸/۳۰۶' مؤسسة الرسالة]

"قال عباس الدوري قلت ليحى بن معين: إبراهيم بن سعد أحب إليك في الزهري أو ليث ابن سعد؟ فقال: كلاهما ثقتان ." [تهذيب الكمال :۲/۹۱]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی ابراہیم بن سعد رحمہ اللہ کے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے سماعت کی تصدیق کی ہے۔ [سير أعلام النبلاء:۸/۳۰۵] جناب شہزاد سلیم صاحب دعوے تو ایسے کر رہے ہیں جیسے امام ذہبی رحمہ اللہ اور ابن حجر رحمہ اللہ ان کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شاگرد رہ چکے ہیں۔ شہزاد سلیم اور ان کی اندھی تقلید کرنے والے محقق جناب انور عباسی صاحب ابن عیینہ ؒ (۱۰۷-۱۹۸ھ) کے اس قول پر غور کریں:

"وقال ابن عيينة كنت عند ابن شهاب فجاء ابراهيم بن سعد فرفعه وأكرمه."

[تهذيب التهذيب:۱۰۶/۱]

ابن عیینہ ؒ یہ کہتے ہیں کہ میرے سامنے ابراہیم بن سعد ؒ اور ابن شہاب زہری ؒ کی ملاقات ہوئی اور جناب شہزاد سلیم صاحب یہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کی ملاقات آپس میں ناممکن ہے۔ فی زمانہ کسی صاحب کا ایسا دعویٰ معروف محدث ابن عیینہ ؒ کے مقابلے میں قابل قبول ہوسکتا ہے لیکن صرف اس صورت جبکہ وہ یہ ثابت کر دیں کہ وہ ابن شہاب زہری ؒ کے پرسنل سیکرٹری رہ چکے ہیں اور ان کی تمام ملاقاتوں کی ڈائری بھی لکھتے تھے۔

شہزاد سلیم صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن شہاب زہری 'ایلہ' نامی مقام پر رہتے تھے۔ امام نووی ؒ کے بقول ابن شہاب زہری ؒ شروع میں شام میں مقام 'ایلہ' کے رہائشی تھے۔ [تهذيب الأسماء: ۱۲۳' المكتبة الشاملة' الإصدار الثالث] اس کے بعد ان کا اکثر و بیشتر وقت مدینہ میں گزرا ہے' اسی لیے وہ مدنی کے لقب سے مشہور ہوئے لیکن علم کی تحصیل کے لیے دوسرے شہروں کے سفر بھی کرتے تھے۔ اپنی وفات سے کچھ دن پہلے ۱۲۴ھ میں وہ اپنے رشتہ داروں کے ہاں 'شغب و بدا' کی دو وادیوں کے پیچھے ایک مقام 'ادامی' یا 'ادم' پر منتقل ہو گئے تھے۔ معروف مؤرخ ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

"قال محمد بن عمر: ولد الزهري سنة ثمان وخمسين في آخر خلافة معاوية بن أبى سفيان وهي السنة التي ماتت فيها عائشة زوج النبي ﷺ وكان الزهري قد قدم في سنة أربع وعشرين مائة إلى أمواله بثلية بشغب وبدا فأقام فمرض هناك فمات فأوصى أن يدفن على قارعة الطريق ومات لسبع عشرة ليلة من شهر رمضان سنة أربع وعشرين ومائة وهو ابن خمس وسبعين سنة." [الطبقات الكبرى:۱۸۵/۱، تهذيب الأسماء:۱۲۴]

'شغب و بدا' کہاں واقع ہے؟ اس کے بارے مؤرخین کی معروف رائے یہی ہے کہ یہ مقام سرزمین حجاز کی آخری اور فلسطین کی ابتدائی زمین پر تھا اور یہیں ان کی وفات ہوئی۔ ابن سعد (متوفی ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

"قال: وأخبرنا الحسين بن المتوكل العسقلاني قال: رأيت قبر الزهري بأدامي وهي خلف شغب وبدا وهي أول عمل فلسطين وآخر عمل الحجاز وبها ضيعة الزهري الذي كان فيها." [الطبقات الكبرى:۱۸۶/۱، تاریخ دمشق:۳۸۱/۵۵، سير أعلام النبلاء:۳۴۹/۵؛ وفيات الأعيان: ۱۷۸/۴؛ تهذيب الكمال:۴۴۲/۲۶]

پس ابن شہاب زہری ؒ اور ابراہیم بن سعد دونوں مدینہ ہی میں تھے نہ کہ ایک 'ایلہ' میں اور دوسرے مدینہ میں جیسا کہ شہزاد سلیم صاحب کا خیال ہے۔

۴ شہزاد سلیم صاحب نے چوتھا اعتراض یہ وارد کیا ہے کہ ابن حزم ؒ کے بقول حضرت عثمان ؓ کے دور تک لاکھوں مصاحف سلطنت عثمانیہ میں پھیل چکے تھے۔ ہمارا سوال یہ ہے کہ اگرچہ اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ ابن حزم ؒ نے ایسا کہا ہے تو کیا اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ قراءات کے اختلافات کے قائل نہیں تھے؟ جیسا کہ انور عباسی صاحب اپنے قارئین کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعہ یہ ہے کہ ابن حزم ؒ قراءات کے اختلافات کے قائل تھے انہوں نے امام کسائی ؒ کی روایت کو قراءات ثابتہ میں شمار کیا ہے اور اس سے استدلال بھی کیا ہے۔ [المحلی : ۵/ ۱۰۷' دار الفکر] اسی طرح وہ قرآن کی تعریف میں متواتر قراءات کو بھی شامل مانتے ہیں۔ [الإحكام في أصول الأحكام' القاعدة الثانية' القسم الأول' الأصل الأول في تحقيق معنى الكتاب] امام ابن حزم ؒ کا نقطہ نظر اصل میں یہ ہے کہ جمیع قراءات متواترہ اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہیں اور ان کے مطابق مصاحف بلاد اسلامیہ میں حضرت عثمان ؓ کے زمانے سے پہلے ہی پھیل چکے تھے اور جو اختلاف قراءت حضرت عثمان ؓ اور مابعد کے زمانوں میں سامنے آیا تو وہ بعض روافض کی شرارت ہے جنہوں نے متواتر قراءات کے منہج پر نئی نئی قراءات وضع کرنی شروع کر دی تھیں۔ یہ امام صاحب کا کل موقف ہے کہ جس کے ایک حصے کا پیوند جناب شہزاد سلیم صاحب نے اپنی تحقیق میں لگایا ہے اور پھر وہاں سے انور عباسی صاحب نے نقل کر لیا ہے۔ امام صاحب کا یہ موقف بہت طویل ہے اور اس کا اردو ترجمہ ماہنامہ 'رُشد' میں شائع ہو چکا ہے۔ جہاں سے ان کی بات کا آغاز ہوتا ہے' ہم وہاں سے کچھ حصہ نقل کر دیتے ہیں جس میں قطعی طور پر انہوں نے قرآن کی جمیع قراءات کو ثابت قرار دیا ہے۔ امام صاحب لکھتے ہیں:

”أما قولهم: إننا مختلفون فى قراءة كتابنا فبعضنا يزيد حروفا وبعضنا يسقطها فليس هذا اختلافا بل هو اتفاق منا صحيح، لأن تلك الحروف وتلك القراءات كلها مبلغ بنقل الكواف إلى رسول الله ﷺ أنها نزلت عليه فأي تلك القراءات قرأنا فهي صحيحة وهي محصورة كلها مضبوطة معلومة لا زيادة فيها ولا نقص .“ [الفصل في الملل: ۲/ ۶۴']

❺ پانچویں اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نسخے بھجوانے کا ہی کام تو کیا گیا ہے لیکن بھیجنے سے پہلے سرکاری نسخہ تیار کیا گیا ہے اور پھر اس کی کاپیاں مختلف بلاد اِسلامیہ میں بھجوا کر لوگوں کو اس سرکاری مصحف کے مطابق قراءت کا پابند کیا گیا ہے۔ جمع عثمانی سے پہلے بھی صحابہ ؓ اور تابعین ؒ کے پاس ذاتی مصاحف تھے' اس سے تو انکار نہیں ہے لیکن ان مصاحف میں ایسی قراءات بھی موجود تھیں جو عرضۂ اخیرہ میں منسوخ ہو چکی تھیں یا آپ ﷺ کے بعض تفسیری نکات کو بھی بعض صحابہ قرآن سمجھ کر تلاوت کر رہے تھے یا بعض روافض نے بعض موضوع قراءات اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب کرنا شروع کر دی تھیں لہٰذا ان مصاحف کی درستگی بھی وقت کی ایک اہم ضرورت تھی اور اسی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے حضرت عثمان ؓ نے ایک ایسا سرکاری نسخہ جاری فرمایا کہ جس میں منسوخ قراءات اور تفسیری نکات کے علاوہ مروی صحیح قراءات کو رسم میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ کسی اسلامی ملک میں کثرت سے قرآن شائع ہو رہے ہوں اور مختلف کمپنیوں نے جو قرآن شائع کیے ہوں' ان میں طباعت کی غلطیاں ہوں یا رسم کے اختلافات ہوں تو اسلامی مملکت اگر سرکاری نسخہ تیار کر کے لوگوں کو اس کے مطابق قراءت کا پابند کرے تو اس میں غلطی یا ناممکن ہونے کا کیا پہلو نکلتا ہے۔ ایسا تو ۱۴ صدیوں بعد آج بھی ہو رہا ہے۔ سعودی عرب اور مصر میں طبع شدہ مصاحف میں اغلاط کی کثرت کی وجہ سے پرائیویٹ کمپنیوں اور اداروں پر مصحف شائع کرنے کی پابندی عائد کر دی گئی ہے۔

❻ جناب شہزاد سلیم صاحب کو تعجب اس بات پر ہو رہا ہے کہ حضرت زید بن ثابت ؓ قریشی نہیں تھے لیکن پھر بھی ان پر قریش کی زبان میں قرآن لکھنے کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ اردو اور انگریزی مصادر سے استفادہ کے نتیجے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وجود میں آنے والے معاصر محققین پر نقد اس لحاظ سے بھی بہت مشکل ہو جاتی ہے کہ ناقد کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ ان کی کس کس چیز کی اصلاح کرے۔ اگر کوئی صاحب علم غلطی کرے تو اس کی اصلاح کرنا بہت آسان ہوتا ہے کیونکہ وہ اس فن کے بنیادی مقدمات سے واقف ہوتا ہے۔ جب کسی محقق صاحب کو کسی فن کی الف باء کا ہی علم نہ ہو تو اس کی اصلاح کرنا ایک بڑا ہی صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جمع عثمانی میں صرف حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا حکم دو وجوہات سے دیا گیا تھا ایک تو وہ کاتب رسول ﷺ تھے۔ [صحيح البخاري' كتاب فضائل القرآن' باب كاتب النبي ﷺ] اور دوسرا وہ اہل عرب میں کتابت میں سب سے زیادہ ماہر تھے۔ لہٰذا کتابت کی ذمہ داری حضرت زید رضی اللہ عنہ پر تھی اور انہیں املاء حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کرواتے تھے کیوں کہ وہ أفصح اللسان تھے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن سے پہلے لوگوں سے سوال کیا:

"أي الناس أفصح؟ قالوا: سعيد بن العاص، ثم قال: أي الناس أكتب؟ قالوا: زيد بن ثابت. قال: فليكتب زيد واليمل سعيد." [كتاب المصاحف' باب جمع عثمان المصاحف]

اب کتابت اور املاء میں فرق تو آنجناب کے ہاں ضرور واضح ہوگا۔ قرآن لکھنا کیسے ہے؟ یہ تو قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم نے طے کرنا تھا لیکن لکھنا کس نے ہے؟ یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے۔ دور کیوں جاتے ہیں ہم بھی تو اپنی ہدایات کے مطابق آخر بینرز' اشتہارات' کتبے اور بل بورڈز وغیرہ لکھواتے ہی ہیں تو کیا ہمارے اور کاتب کے مابین کوئی فرق نہیں ہوتا۔ لیکن یہ واضح رہے کہ ہمارے کاتب عموماً جہلاء ہوتے ہیں لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب ہونے کے ساتھ ماہر قاری قرآن اور عالم بھی تھے۔

دوسرا اعتراض جناب شہزاد سلیم صاحب نے یہ کیا ہے کہ قرآن' اسی نسخہ سے نقل کیا جانا تھا جو پہلے سے موجود تھا تو فرق یا اختلاف پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ وہ تو لکھا ہی قریش کی زبان میں گیا تھا جو خود حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی نے لکھا تھا اور پھر کوئی کمیٹی بنانے کی ضرورت کس طرح پیش آ گئی کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تصحیح کی جا سکے کیونکہ اصل نسخہ بھی تو ان ہی کا لکھا ہوا تھا اور اب تو وہ محض اس کی صرف نقل کر رہے تھے۔

اس کے بارے ہماری عرض یہ ہے کہ جمع عثمانی میں کتابت کا کام ایک مستقل کام تھا' یہ جمع ابو بکر رضی اللہ عنہ سے نقل نہیں تھی بلکہ اس سے مراجعت تھی۔ اسی لیے ابن جریر طبری رحمہ اللہ کی بیان کردہ روایت کے مطابق حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جب قرآن لکھ کر فارغ ہو گئے تو انہوں نے اس کی مراجعت فرمائی اور اس میں سورۃ احزاب کی آیت مبارکہ ﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عٰهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ﴾ [الأحزاب:۲۳] غائب پائی تو مہاجرین اور انصار میں تلاش کے بعد خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس مل گئی۔ اب دوسری دفعہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس مصحف کی مراجعت فرمائی تو سورہ توبہ کی آخری دو آیات ﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ﴾ [التوبة:۱۲۸] کے بارے انہیں احساس ہوا کہ وہ بھی غائب ہیں۔ اب ان کی تلاش شروع ہوئی تو یہ آیات ایک اور انصاری صحابی حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ملی۔ اب حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے تیسری مرتبہ مراجعت فرمائی تو انہیں یہ احساس ہوا کہ اب کوئی آیت باقی نہیں رہ گئی ہے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے صحف ابی بکر منگوائے اور جمع ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس مصحف کی مراجعت فرمائی گئی تو دونوں میں کہیں بھی کوئی اختلاف نہ تھا۔ [مقدمة تفسير طبری:۱/۶۰، ۶۱] صحیح بخاری کی روایت اجمالی ہے اور در حقیقت اس چوتھی مراجعت کو مجازاً 'نسخ' کے الفاظ سے بیان کر رہی ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے لیے رشد کے اسی شمارہ میں قاری فہد اللہ صاحب کے مضمون بعنوان ''جمع عثمانی روایات کے تناظر میں'' کا مطالعہ فرمائیں۔ خلاصہ کلام یہی ہے کہ جس شخص کو عربی کے دو لفظ صحیح طرح سے نہ پڑھنے آتے ہوں' یا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ علوم اسلامیہ کی الف باء سے بھی واقف نہ ہو سوائے چند ترجمہ شدہ کتابوں اور انگلش آرٹیکلز سے استفادہ کے‘ اسے قرآن جیسے نازک موضوع پر گفتگو کرنے سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جس میں ایسے جہلاء پیدا ہوں گے جنہیں دینی علوم میں تو رسوخ نہ ہو گا لیکن اپنی معاشرتی حیثیت (social status) کی وجہ سے لوگوں میں نمایاں ہوں گے۔ یہ جہلاء بغیر علم کے تحقیق کریں گے اور خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ آپ ﷺ کے الفاظ ہیں:

«اِتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا‘ فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ‘ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا» . [صحیح البخاری: ۱۰۰]

’’لوگ جہلا کو اپنا بڑا بنالیں گے اور ان جاہلوں سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوے جاری کریں گے۔ پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔‘‘

آخر میں ہم پھر وہی سوالات دہرائیں گے جو ہر منکر قراءت پر ایک قرض ہیں اور ہر منکر قراءت ان کا جواب دینے سے بدکتا ہے۔ اور جب تک قراءات پر ناقدانہ تحقیقی مضمون میں ان سوالات کا جواب نہیں آجاتا اس وقت تک اس مضمون کو تحقیقی کہنا تحقیق کی توہین ہے کیونکہ بنیادی مسئلہ تو وہیں کا وہیں موجود ہے۔ سوالات یہ ہیں کہ

کیا کروڑوں مسلمانوں کے پڑھنے سے بھی کوئی چیز مثلاً روایت ورش قرآن ثابت نہیں ہوتی ؟ اگر نہیں تو روایت حفص کیا صرف اس بنیاد پر قرآن ثابت ہو جاتی ہے کہ اسے کروڑوں مسلمان پڑھتے ہیں؟

کیا کروڑوں مسلمان غلط قرآن پڑھ سکتے ہیں؟ اگر ہاں! تو ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ [الحجر:۹] کے کیا معنی ہوئے؟

صدیوں سے قرآنی مصاحف مختلف قراءات کے مطابق لکھے جا رہے ہیں اور اب تو پہلی اور دوسری صدی ہجری کے بھی بعض مصاحف ملے ہیں کہ جن میں مختلف قراءات کے مطابق رسم موجود ہے‘ اس موضوع پر رشد کے اسی شمارے میں میرے مضمون ’قدیم مصاحف قرآنیہ‘ کا مطالعہ فرمائیں۔ کیا چودہ صدیوں میں غیر قرآن کو مسلمان بطور قرآن لکھتے رہے‘ شائع کرتے رہے‘ نماز اور غیر نماز میں پڑھتے رہے‘ اپنے بچوں کو حفظ کرواتے رہے‘ اس کے مطابق تفسیر مثلاً کشاف اور جلالین وغیرہ کے نسخے شائع ہوتے رہے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لیے کوئی اقدام نہ فرمایا؟

کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ صرف ۱۲۴ رسال کے لیے لیا تھا اور ابن شہاب زہری رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۴ھ) کے بعد قرآن غیر محفوظ ہو گیا تھا؟

قرآن کے بطور قرآن ثابت ہونے کا معیار کیا ہے؟ کیا قرآن (روایت حفص) کے بطور قرآن ثابت ہونے کے معیار پر روایت ورش‘ روایت قالون اور روایت دوری پوری نہیں اترتیں؟

کیا قاری کی تعلیم کے بغیر لکھے ہوئے قرآن کو پڑھنے میں دو بندوں کا اتفاق ممکن ہے؟ اگر نہیں تو قرآن میں اصل نقل ہوئی یا کتابت؟ اگر نقل ہے تو پھر قراء پر قرآن (روایت حفص) کے معاملے میں اعتماد اور قراءات کے قبول کرنے میں عدم اعتماد کا دوہرا معیار کیوں؟

کیا قراءات اپنے ثبوت کے لیے سبعہ اَحرف کی حدیث کی محتاج ہیں؟ اگر نہیں تو صرف سبعہ اَحرف کے معنی و مفہوم متعین نہ ہونے کی بنا پر قراءات کا انکار کیوں؟ اور قرآن کی کسی آیت کے معنی و مفہوم میں مسلمانوں کا اتفاق نہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو تو اس کا انکار کیوں نہیں کیا جاتا؟

کیا ہمارے تمام مفسرین قرآن سے جاہل تھے جو قراءات کو بطور قرآن تفاسیر میں نقل کرتے رہے؟ (تفصیل کے لیے دیکھیے شمارہ ہذا ص ۲۲ پر قاری عمر فاروقی کا مضمون 'احادیث مبارکہ میں روایت حفص کے علاوہ دیگر متواتر روایات')

حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اہل الحدیث اور اہل الظاہر سب قراءات کے قائل ہیں تو ان کے علاوہ اُمت رہ کیا جاتی ہے جو قراءات کی قائل نہیں ہے؟

کیا اللہ تعالیٰ نے 'فتنہ عجم' کو امت مسلمہ میں اتنا عام کر دیا کہ کیا خواص اور کیا عوام سب ہی اسے چودہ صدیوں سے قرآن سمجھ کر پڑھ رہے ہیں؟

کیا مراکش، لیبیا، تیونس، الجزائر، موریطانیہ، سوڈان، صومالیہ، یمن، مغربی ممالک اور براعظم افریقہ کے کروڑوں مسلمان اُمت مسلمہ میں شامل نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو وہ تو اس قرآن (روایت حفص) کی تلاوت نہیں کرتے؟ بلکہ قراءات (روایت ورش، قالون اور دوری) کی تلاوت کرتے ہیں۔

کیا عالم عرب وعجم کے تمام معروف قراء کی مختلف 'قراءات' میں آڈیو اور ویڈیو کیسٹس مشرق ومغرب میں عام نہیں ہیں؟ کیا عامۃ الناس ان قراءات کو نہیں سنتے؟ کیا رمضان کے مہینے میں حرم مدنی میں لاکھوں افراد مختلف قراءات میں قرآن نہیں سنتے؟

کیا سعودیہ، مراکش، لیبیا، سوڈان، موریطانیہ، الجزائر، تیونس اور افریقہ وغیرہ کی مسلمان حکومتوں نے اپنی سرپرستی میں لاکھوں مصاحف قراءات میں شائع نہیں کروائے؟

کیا عالم اِسلام کا دنیا بھر میں قرآن کی طباعت واشاعت کا معتبر ومستند ترین ادارہ 'مجمع الملك فهد' لاکھوں کی تعداد میں روایت ورش، روایت قالون اور روایت دوری میں مصاحف شائع نہیں کر رہا؟

اگر یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور صدیوں سے ہو رہا ہے اور مسلمانوں میں عامۃ الناس ہی نہیں بلکہ ان کے اَرباب اہل حل وعقد اور اَصحاب علم وفضل بالاتفاق ایسا کر رہے ہیں تو قرآن کی حفاظت کے چہ معنی دارد؟

قراءات کا اِنکار صفاتِ الٰہی کا اِنکار ہے

قراءات کا اِنکار درحقیقت اللہ کی صفات اِنکار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جابجا اپنی ذات کو 'شهيد' عليم' خبير' قدير' بصير' مهيمن' مؤمن' عزيز' مقتدر' ملك' لطيف اور قادر وغیرہ جیسی صفات سے متصف کیا ہے۔ اگر اللہ کی ذات عليم و خبير اور شهيد و بصير ہے تو اس کے علم میں لازماً یہ بات ہونی چاہیے کہ اُمت محمدیہ ﷺ نے اپنی طرف سے قرآن گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ جب اللہ کی صفت علم و شہادت میں یہ بات موجود ہے کہ اُمت مسلمہ نے کتنا بڑا جرم کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کے سلسلے میں ہر صدی میں قراءات کی سینکڑوں کتابوں کے لکھے جانے اور ہر سال ہزاروں قاریوں کی پیدائش کے سلسلہ کو روکنے کے لیے اب تک کیا کیا ہے؟ کیا معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ چودہ صدیوں سے ان قاریوں کے آگے اتنے بے بس رہے ہیں کہ اس کا فیصلہ نہ کر سکے کہ قاری اس کی طرف قرآن گھڑ کر منسوب کرنا چھوڑ دیں؟

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی صفات میں سے ایک صفت 'مھیمن' بھی ہے یعنی وہ اپنی مخلوق اور اپنے بھیجے ہوئے دین کا نگران بھی ہے۔ اگر چودہ صدیوں سے مدارس میں کروڑوں مسلمانوں نے قراءات پڑھی یا پڑھائی ہیں یا لاکھوں مصاحف مختلف قراءات میں شائع ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں یا بیسیوں مسلمان ممالک میں قراءات کو عوامی مقبولیت اور تلقی بالقبول حاصل ہے تو پھر بھی یہ دعویٰ کرنا کہ یہ قراءات' قرآن کے نام پر جھوٹ ہے' کیا اللہ کی صفت 'مھیمن' کا انکار نہیں ہے؟ مروّجہ قراءات کا اِنکار کیا اس بات کا اقرار نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ' معاذ اللہ! اپنی آخری کتاب کی حفاظت میں قاریوں کے مقابلے میں مجبور ہیں۔ یعنی اللہ کے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے نام پر قرآن گھڑا گیا اور اُمت میں عام بھی ہو گیا اور چند ایک لوگوں کے سوا اُمت کے خاص و عام نے اسے قبول بھی کر لیا۔ کیا عجیب تماشا ہے؟ اور اس فکر کی ندرت پر ذرا غور کریں۔

اسی طرح قراءات کا اِنکار اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت کا بھی اِنکار ہے۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ﴾ [الحاقہ: ۴۴، ۴۷]

"اور اے نبی ﷺ! اگر آپ بعض اَقوال گھڑ کر ہماری طرف (بطور قرآن) منسوب کر دیتے تو ہم آپ ﷺ کا داہنا ہاتھ پکڑتے اور پھر ہم آپ کی شاہ رگ کاٹ دیتے اور پھر تم (مشرکین) میں سے کوئی ایک بھی آپ کو ہم سے بچانے والا نہ ہوتا۔"

اللہ کے رسول ﷺ کہ جن پر قرآن نازل ہو رہا تھا' ان کے بارے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرما رہے ہیں کہ بفرضِ محال اگر وہ بھی قرآن گھڑ کر ہماری طرف منسوب کریں تو ہم ان کو بھی جان سے مار ڈالیں گے اور اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد کرنے والا کوئی نہ ہو گا تو قاریوں کی کیا مجال ہے کہ وہ قراءات کے نام پر قرآن گھڑیں اور اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں۔ بلکہ یہاں تو معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے جو لوگ قراءات کو مانتے ہیں اور منکرین قراءات کے بقول اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے گھر یعنی حرمین شریفین کی امامت نصیب فرماتے ہیں۔ پچھلی چودھویں صدیوں کی طرح آج بھی ائمہ حرم ایک سے قراءاتِ سبعہ عشرہ کے قائل ہیں اور ان میں بعض ایک تو حرمین میں ہی نمازوں میں ان قراءات کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔ نقل کفر کفر نہ باشد! منکرین قراءات اپنے خدا کی بے بسی کا ذرا اَندازہ تو لگائیں کہ ان کے خدا کے گھر میں ان قاریوں کو اِمامت حاصل ہے جو ان کے بقول قرآن گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کر رہے ہیں اور نہ صرف منسوب کر رہے ہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں اپنی مہریں لگا کر ان قراءات کو 'مجمع ملك الفهد' کی زیرِ سرپرستی قرآنی مصاحف کے نام پر شائع بھی کر رہے ہیں اور مسجد نبوی میں ان قرائات میں نماز بھی پڑھا رہے ہیں۔ **فيا للعجب!**

اللہ تعالیٰ ان قاریوں کی شاہ رگ کاٹنے کی بجائے اُمت مسلمہ میں ان کی عزت واحترام میں اِضافہ فرمائیں' اُمت کے بچوں کا اُستاذ' ان کی نمازوں کا اِمام اور اسلامی معاشروں کا مقتدا بنائیں۔ کیا معاذ اللہ! اللہ کی صفت قدرت میں کمی واقع ہو گئی جو وہ قاریوں سے بدلہ لینے سے قاصر آ گئے ہیں؟

اسی طرح اللہ کی بقیہ صفات کو بھی لے لیں اور ان پر غور کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قراءات کا اِنکار دراصل اللہ کی صفات کا اِنکار ہے اور ایک اَیسے خدا کو ماننا ہے جو اس دنیا سے بے نیاز اور بے خبر اَندھی بہری ایک مجرد ہستی کا نام ہے جس میں فلاسفہ کے بقول کسی مثبت صفت کا وجود نہیں ہے۔

644

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عمران اسلم ☆

سید سلیم شاہ کے مزعومہ تضادات کا جائزہ

تاریخ اِسلامی کے تمام اَدوار اس بات کے شاہد ہیں کہ شریعتِ اِسلامیہ کے بہت سے مسائل اَیسے ہیں جن پر اہل علم حضرات ایک دوسرے سے مختلف آراء کا اِظہار کرتے رہے ہیں۔ اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مابعد اَدوار کے تمام لوگ اس اختلاف کو علمی اَنداز میں قبول کرتے اور کتاب وسنت سے قریب تر مؤقف کو اَپنانے میں کسی قسم کی پس وپیش کو خاطر میں نہیں لاتے رہے۔ لیکن موجودہ دور میں ایک ایسے تجدد پسند طبقے کا ظہور ہوا جس نے اس علمی اختلاف کو اپنی مکروہ خواہشات کے تانے بانے بننے کے لیے اِستعمال کیا۔ اورتو اور ایسے ڈھیروں مسائل پر بھی تجدد پسندی کی چادر اوڑھا دی گئی جن پر صدیوں سے پوری اُمت متفقہ طور پر عمل کرتی آئی ہے۔

انہی مباحث میں سے ایک 'تعدد قراءات' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ دنیا بھر کے کروڑہا مسلمان قرآن کریم کی ایک سے زیادہ قراءات کو من وعن تسلیم کرتے اور ان کے پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں یہ موضوع عوامی سطح سے ذرا بلند ہے اَلبتہ علمی حلقے علم قراءات کے تمام مباحث سے آشنا ہیں اس اَمر کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس اَہم ترین موضوع کو عوام تک رسائی بھی دی جائے لہٰذا اَراکین رُشد نے اس کا بیڑہ اٹھایا۔ دیگر اَہل علم حضرات کے تعاون اور اَراکین رشد کی انتھک محنت کی تیسری کڑی 'رُشد قراءات نمبر سوم' کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔ رُشد کے اس کام کو جہاں بہت سے عوامی اور علمی حلقوں کی جانب سے داد وتحسین موصول ہوئی وہیں 'تعدد قراءات' کو فتنۂ عجم قرار دینے والوں کی سٹی بھی گم گئی کہ اس قدر بھاری بھرکم اور ناقابل تردید دلائل سے جان چھڑائی جائے تو کیسے؟ لہٰذا جب تمام تر کوشش کے بعد بھی ان کا کوئی جواب نہ بن پایا تو اِنتہائی بھونڈے طریقے سے 'رشد' میں اغلاط اور تضادات کا خارزار دکھا کر غم غلط کرنے کی کوشش کی گئی۔

یہی کہا تھا، میری آنکھ دیکھ سکتی ہے   کہ مجھ پہ ٹوٹ پڑا سارا شہر نابینا

'رشد قراءات نمبر' کو دیکھ کر آپے سے باہر ہونے والوں میں سے ایک نام سید سلیم شاہ صاحب کا ہے، جنہوں نے 'رشد' کی غوطہ زَنی کے بعد اس کی ڈھیروں 'اَغلاط' کی نشاندہی کی ہے ان کی گرانقدر آراء کا بوجھ ماہنامہ 'طلوعِ اسلام' کے شمارہ جنوری ۲۰۱۰ء نے اُٹھایا ہے۔ سید صاحب 'رشد' کے دو قراءات نمبر دیکھ کر کافی غصے میں دکھائی دیتے ہیں اور اِن بھاری بھرکم جلدوں کو 'علمی رعب ودبدبہ' کا نام دے رہے ہیں۔ بہر حال جو کچھ بھی ہے 'رُشد' نے تو اتمام حجت کرتے ہوئے 'رشد وہدایت' کی طرف دعوت دے دی ہے، اب آپ کی مرضی چاہیں تو اس سے سرفراز ہوں یا 'علمی رعب ودبدبہ' کا نام دے کر اپنے دل کو تسلی دینے کی راہ نکالیں۔

① سید صاحب سبعہ اَحرف میں نزول قرآن میں سہولت کس کے لیے تھی اِس سلسلے میں 'رُشد' کی آراء پر اظہار کرتے

☆ فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے لکھتے ہیں کہ بخاری شریف کی اس حدیث کا مفہوم ماضی بعید میں تو معلوم نہ ہوسکا تھا، تاہم ماہنامہ 'رُشد' نے جو ہماری راہنمائی فرمائی ہے وہ درج ذیل ہے:

- حمزہ صاحب کا خیال ہے کہ'' عربی زبان کے حوالے سے لوگوں کو یہ مشکل پیدا ہوئی تھی اور یہ مشکل تا قیامت اَہل عرب کے لیے ہی باقی ہے...........''
- جبکہ دوسری جگہ رقمطراز ہیں کہ'' اس مشقت کے حوالے سے آسانی کی وجہ صحابہ ﷢ بنے لیکن وہ آسانی صرف صحابہ کے لیے نہیں ہے بلکہ قیامت تک کے تمام لوگوں کے لیے ہے۔''
- آگے ایک جگہ پر حمزہ صاحب پھر لکھتے ہیں کہ'' قرآن کریم چونکہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے، اس لیے قرآن مجید میں عربی زبان کے حوالے سے کوئی مشکل کا اِحساس پایا جائے اور اس مشکل کے اِعتبار سے کچھ سہولت دے جائے تو اس حوالے سے خاص اَہل عرب کے لیے ہی اس مشقت کا اِزالہ کیا جائے گا۔''
- ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب بھی کہتے ہیں کہ'' یہ سہولت پوری اُمت کے لیے تھی۔''
- ڈاکٹر عبدالعزیز القاری بھی اسی قسم کے خیالات رکھتے ہیں۔

سید صاحب نے کافی جانفشانی کے بعد 'رُشد' میں سے اَیسی عبارتیں ڈھونڈ ماری ہیں جن کو اگر سیاق وسباق سے ہٹا کر پیش کیا جائے تو ان میں باہم تضاد نظر آتا ہے، لیکن حقیقتاً ایسا کچھ نہیں ہے۔ طوالت سے بچتے ہوئے ہم اُن تمام عبارتوں کو نقل کرنے کے بجائے صرف اِس قدر وضاحت کرتے چلیں کہ سبعہ اَحرف پر نزول قرآن کی حکمت پوری اُمت کے لیے آسانی اور سہولت کے طور پر تھی لیکن اس کی وجہ وہ مشقت بنی جو اہل عرب کو بعض الفاظ بولنے میں درپیش تھی۔ اب اَصلاً مشقت تو اہل عرب کی دور ہوئی لیکن سہولت قیامت تک کے تمام لوگوں کو فراہم ہوگئی۔ اس سلسلے میں واردشدہ بیشتر اَحادیث کی رو سے بھی یہی اَندازہ ہوتا ہے کہ یہ آسانی اور سہولت پوری اُمت کے لیے ہے اور رسول اللہ ﷺ کا اپنی اُمت کے لیے سہولت کا مطالبہ کرنے کا سبب تو اہل عرب ہیں البتہ عمومی طور پر پوری اُمت کے لیے سہولت ہے۔ حضرت ابی بن کعب ؓ کی روایت ملاحظہ ہو:

عن أبي بن كعب أن النبی ﷺ كان عند أضاءة بني غفار فأتاه جبريل فقال: «إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِئَ أُمَّتَكَ عَلٰى حَرْفٍ. قال:«أَسْأَلُ اللهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ إِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ». ثم أتاه الثانية فذكر نحو هذا، حتى بلغ سبعة أحرف. قال«إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِئَ أُمَّتَكَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَءُوْا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوْا». [سنن أبی داؤد:١٤٧٨]

''حضرت اُبی بن کعب ؓ سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ اَضاءۃ بنی غفار کے پاس تھے آپ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا یقیناً اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی اُمت کو ایک حرف پر قرآن پڑھایئے، آپ ﷺ نے فرمایا:''میں اللہ سے معافی اور بخشش کا سوال کرتا ہوں، میری اُمت اس (ایک حرف) پر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔'' سیدنا جبریل علیہ السلام دوسری مرتبہ پھر آئے اور ویسا ہی ذکر کیا یہاں تک کہ سات حروف تک بات پہنچ گئی۔ (جبریل علیہ السلام) کہتے ہیں:''اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو سات حروف پر پڑھائی تو جو بھی وہ حرف پڑھیں گے درستگی کو پالیں گے۔''

مختلف قراءات کا نزول مختلف عربی لہجات کے پیش نظر ہوا ہے اور یہ عربی لہجات اَہل عرب کے اَندر تھے، اہل عجم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا، اور اہل عرب کے اَندر ہی یہ مشکل تھی کہ ایک لہجے کا پابند اگر دوسرے لہجے والے کو کیا جاتا تو اس کے لیے اس لہجے کو اختیار کرنا مشکل سمجھا جاتا تھا چنانچہ اس میں اہل عرب کو گنجائش دے دی گئی۔

جبکہ اہل عرب کے علاوہ تمام عجم جو لہجہ بھی اِختیار کریں گے وہ انہیں تکلفاً سیکھنا پڑے گا۔ لہٰذا ذکر کردہ تمام عبارات کو سیاق وسباق کے ساتھ پڑھا جائے تو حقیقتاً اَندازہ ہوگا کہ مشقت کا اِزالہ تو اَہل عرب سے ہوا لیکن سہولت سے مستفید پوری اُمت ہوگی۔

④ رشد میں بیان کردہ سبعہ احرف سے متعلقہ مختلف آراء کو سید صاحب نے عجب رنگ دیا ہے۔ کہتے ہیں:

- حمزہ صاحب اسے لہجات کا اِختلاف قرار دیتے ہیں۔
- ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب نے ابن جریر طبری کے حوالہ سے قبائل عرب کی سات لغات مراد لی ہیں۔
- محمد فیروز الدین شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ یہ لغات ولہجات نہیں تھے۔

اس سب اِختلاف کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر 'سبعہ اَحرف' کے مفہوم میں متقدمین میں اختلاف تھا تو 'رُشد' نے آکر کیا خاص کارنامہ سراَنجام دیا؟ اگر اس مسئلے کو حل کیا ہوتا تو کیا بات تھی 'رُشد' کے مطالعے سے ہمیں تو یہی معلوم ہوا کہ: ان تمام حقائق کے باوجود جب اس سلسلے میں وارد ہونے والی جملہ اَحادیث کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایسی کوئی عبارت ہمیں دستیاب نہیں ہوئی جو 'سبعہ اَحرف' کی ایسی کامل اور شافی تفسیر کردے جس سے نزاع ختم اور اختلاف کے دروازے بند ہوجائیں۔ [رُشد/۱۲۳]

سبعہ اَحرف والی حدیث کے بارے میں پینتیس اَقوال ہوں یا چالیس ان سب پر 'رُشد' کا ایک یہی قول بھاری ہے۔ اَب جبکہ اس چیستاں کا کوئی ایسا معقول مفہوم دریافت ہی نہیں ہوسکا تو 'اہل رُشد' کی مرضی ہے کہ اس پر تمام عمر آپس میں یا کسی پر منکر حدیث کا لیبل لگا کر سر پھٹول کرتے پھریں۔''

سید صاحب نے ان عبارات کو ایک دوسرے کے مقابل پیش کر کے جو طوفان برپا کیا ہے اور اپنے تئیں جو بہت دور کی کوڑی لائے ہیں اس کے جواب میں ہم اتنا ہی کہیں گے کہ سبعہ اَحرف کے مفہوم میں بیان کیا جانے والا تمام کا تمام اختلاف لفظی ہے جس کا عشرہ قراءات کے ساتھ تعلق اِضافی ہے۔ جو سبعہ اَحرف سے مراد لغات لیتے ہیں وہ بھی عشرہ قراءات کو مانتے ہیں۔ جو لہجات مراد لیتے ہیں وہ بھی عشرہ قراءات کے قائل ہیں اور جو سبعہ سے اس کے علاوہ کوئی اور مفہوم مراد لیتے ہیں وہ بھی اُنہیں من وعن تسلیم کرتے ہیں مسئلہ تو صرف وابستگان 'اِشراق' اور 'طلوع اِسلام' کا ہے جو اس رائی جتنے اختلاف کو پہاڑ بنانے پر تلے ہیں۔ بصد ادب عرض ہے کہ سید صاحب! سبعہ اَحرف میں بیان کیا جانے والا اختلاف ہمیں دل و جان سے قبول ہے لیکن اس حوالے سے 'رُشد' نے جو کارنامہ سراَنجام دیا ہے وہ اسی شمارے میں حافظ فہداللہ مراد صاحب کا وہ مضمون ہے جس میں اس سے متعلقہ تمام اِشکالات کو دور کرتے ہوئے سبعہ اَحرف کا حقیقی مفہوم واضح کیا گیا ہے۔ ہم آپ کے زیر بارِ احسان ہوں گے کہ 'طلوع اِسلام' کی بغل سے نکلیں اور غیر جانبداری سے اس مضمون کا مطالعہ کرڈالیں امکان ہے اس 'چیستاں کا معقول مفہوم' سمجھنے میں مشکل نہیں ہوگی۔

حدیث سبعہ اَحرف سے متعلقہ اَب تک جو اختلاف سامنے آیا ہے وابستگان علم تو اسے ایک علمی اختلاف قرار دیتے ہیں اور علمی انداز ہی میں اسے حل کرنے کے لیے کوشاں ہیں لیکن جناب مصر ہیں کہ حمزہ صاحب اسے لہجات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اختلاف قرار دیتے ہیں ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب لغات کا جبکہ فیروز الدین شاہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ لغات ولہجات نہیں تھے۔ تو شاہ صاحب آپ ایک بار پھر رُشد پر سرسری نظر دوڑائیے جس میں صفحہ نمبر ۲۶۸ اور ۲۷۳ پر آپ کو ڈاکٹر حمزہ مدنی صاحب کا لہجات کے بجائے لغات کا مؤقف بھی مل جائے گا اسی طرح رُشد: ۱/۲۶۹، ۲۷۰ پر اُنہوں نے اس کے لیے لغت ولہجہ دونوں لفظ اِستعمال کیے ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ اُسے لغات کا اختلاف قرار دیں، لہجات کا اِختلاف قرار دیں یا پھر دونوں سے ہٹ کر کوئی اور اِختلاف اس سے عشرہ قراءات پر کوئی حرف نہیں آتا۔

جہاں تک آپ نے عبدالعزیز القاری صاحب کے مضمون کا ایک جملہ نقل کیا ہے کہ 'حدیث سبعہ اَحرف کی ایسی کامل اور شافی تفسیر نہیں کی جاسکتی جس سے نزاع ختم اور اختلاف کے دروازے بن ہو جائیں'

اگر ہم عبدالعزیر القاری صاحب کی اس سے ملحقہ مکمل عبارت نقل کریں تو احساس ہوگا کہ سید صاحب نے اس عبارت سے جو معنی کشید کرنے کی کوشش کی ہے فی الحقیقت ایسا کچھ نہیں ہے۔ عبدالعزیز القاری کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

> یہ ہے وہ حدیث !!...... جو اہل علم میں 'حدیث حروف سبعہ' کے نام سے معروف ہے۔ تمام اَئمہ اعلام (صحابہ، تابعین اور محدثین) کا اس حدیث کی روایت اور اُمت کے لیے نقل کرنے پر اتفاق و اجماع ہے۔ علاوہ اَزیں اس حدیث کی مذکورہ اَسانید اور روایت سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ یہ حدیث سنداً 'متواتر' ہے جس کو ہر طبقہ سے جمہور محدثین اور ہر زمانہ سے ایک جم غفیر نے روایت کیا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کے تواتر میں نہ کوئی شک ہے اور نہ ہی کوئی اِضطراب ہے بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جملہ روایات (قطع نظر اس سے کہ صحیح ہوں یا ضعیف) 'سبعہ' کے لفظ پر متفق ومجتمع ہیں۔ اسی طرح تمام اَحادیث آپ ﷺ کے اس فرمان 'علی سبعة أحرف' کو بالاتفاق نقل کرتی ہیں، ماسوائے سمرۃ بن جندب کی حدیث کے، جو عفان بن حماد کے طریق سے روایت ہونے والی حدیث ہے۔ جس کی تردید بھی اپنے مقام پر گذر چکی ہے۔
>
> اِن تمام حقائق کے باوجود! جب اس سلسلے میں وارد ہونے والی جملہ اَحادیث کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایسی کوئی عبارت ہمیں دستیاب نہیں ہوتی جو 'سبعہ اَحرف' کی ایسی کامل اور شافی تفسیر کردے جس سے نزاع ختم ہو اور اختلاف کے دروازے بند ہوجائیں۔ لہٰذا مقصد کی تکمیل اور جواب کی تلاش وجستجو کے لیے اب ایسے علماء ومحققین کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں جو استنباط معانی میں تدبر وتفکر، دقت نظر اور غور وخوض کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بہرہ ور ہیں۔
>
> جب معاملہ اس قدر عظیم ہو کہ اس حدیث کو مشکلات اور متشابہات میں بھی شمار کیا گیا ہے حتیٰ کہ ایک جماعت نے اس حدیث کے سمجھنے کو اور اس کے معانی و مفاہیم کے اِدراک کے اَہم کام کو اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض کیا ہے تو مجھ جیسے کمترین کی طرف سے یہ عزم درست معلوم ہوتا ہے کہ اس عظیم حدیث کے معانی و مدلول پر اس قدر غور وفکر کیا جائے کہ عقل وفہم اس کے مشابہ ہونے کا اِنکار کردے اور قوم مسلم اس کی جامع مانع تفسیر کرکے سرفراز ہو۔ بایں وجہ کہ اس حدیث کا کتاب الٰہی سے گہرا تعلق ہے اور اپنے مدلول کے قابل قدر اور عالی مقام ہونے سے گہرا واسطہ ہے۔''
>
> [رشد قراءات نمبر: ۱/۱۲۳]

سید سلیم صاحب کی عبارتوں میں قطع و برید ملاحظہ کیجئے کہ عبدالعزیز القاری تو 'سبعہ اَحرف' کے مفہوم کی شافی وضاحت کے لیے علماء ومحققین کی جانب رجوع کا درس دیں اور اس کی جامع ومانع تفسیر کرکے قوم مسلم کو سرفراز کرنے کے عزم کا اِظہار کریں اور سید صاحب بھرپور ملمع سازی اور فریب کاری کے ذریعے ان کی پوری عبارت نقل کرنے کے بجائے ایک جملہ ذکر کرکے نعرہ بلند کردیں کہ اس چیستاں کا کوئی مفہوم دریافت ہی نہیں ہوسکا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلیے اگر جناب سید مصر ہیں تو مانے لیتے ہیں کہ پوری اُمت سبعہ اَحرف کا مفہوم متعین کرنے میں ناکام رہی ہے، تو کیا اس کی بنیاد پر ثابت شدہ متنوع قراءات کا بھی اِنکار کردیں؟۔ تو جناب ہم تو اپنے اَندر اس قدر جرأت و بے باکی نہیں پاتے کہ حدیث سبعہ اَحرف کے علاوہ ثبوت قراءات کے ضمن میں پیش کی گئی احمد عیسیٰ المعصراوی اور ابوعمر حفص کی جمع کردہ ۳۳۲ اَحادیث کا بھی اِنکار کردیں، جن کے ہوتے ہوئے متعدد قراءاتِ قرآنیہ کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

④ سید صاحب کی یہاں تک 'رشحات علم' ملاحظہ کرکے تو ہم اسی خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ موصوف کا علمی دنیا سے بہرحال کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے لیکن سید صاحب کو ہماری یہ خوش فہمی زیادہ دیر تک راس نہیں آئی اور 'رُشد' کی چند مزید عبارتوں کا تضاد نقل کرکے ہماری ساری اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔ لکھتے ہیں:

* حافظ اَنس نضر مدنی کا اِصرار ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور صحابہ کرام ﷡ نے بالمشافہ آپ ﷺ سے قرآن سیکھا۔ صحابہ سے تابعین، تابعین سے تبع تابعین نے یہ حروف سیکھے اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ معاملہ ان معروف ومشہور قراءِ سبعہ تک پہنچ گیا۔
* حمزہ مدنی اور فہداللہ مراد صاحب کا بھی اِصرار ہے کہ سبعہ اَحرف کا مصداق موجودہ قراءات سبعہ (بلکہ عشرہ) ہیں۔
* جبکہ قاری محمد صفدر صاحب کا خیال ہے کہ اَحرف سبعہ اور قراءاتِ سبعہ کوئی الگ الگ چیز نہیں۔
* جبکہ مولانا محمد تقی عثمانی کی رائے ہے کہ ''بعض حضرات (مثلاً مدنی حضرات وقاری محمد صفدر وغیرہ)' سید صاحب اگر تھوڑی تکلیف کریں تو تقی عثمانی صاحب کو اِطلاع کردیں کہ آپ (مثلاً مدنی حضرات وقاری محمد صفدر وغیرہ) لکھنا بھول گئے ہیں' یہ سمجھتے ہیں کہ اس (یعنی سبعہ اَحرف) سے مراد سات مشہور قاریوں کی قراءتیں ہیں، لیکن یہ خیال تو بالکل ہی غلط اور باطل ہے۔''

سید صاحب حافظ عبدالستار حماد صاحب پر تو کچھ زیادہ ہی ناراض نظر آتے ہیں جنہوں نے ایک جگہ پر کہا ہے کہ ''بہرحال قراءاتِ متواترہ جنہیں اَحادیث میں 'اَحرف سبعہ' سے تعبیر کیا گیا ہے وہ آج بھی موجود ہیں اور اس کے انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔''

جبکہ اگلے ہی صفحہ پر لکھتے ہیں: سبعہ اَحرف سے مراد ان سات اَئمہ کی قراءات ہرگز نہیں۔

اس قدر لکھنے کے بعد شاہ صاحب یوں گویا ہوتے ہیں:

''ہم اس پوزیشن میں نہیں کہ کسی شیخ الحدیث صاحب کے کسی بھی قول کو غلط قرار دیں۔ ان کا یہ قول یقیناً درست ہوگا کہ 'سبعہ اَحرف' سے مراد ان سات اَئمہ کی قراءات نہیں اور یہ بھی بلا وشک وشبہ درست ہوگا کہ سبعہ اَحرف سے مراد ہی قراءاتِ متواترہ ہیں جو آج کل موجود ہیں۔''

سید صاحب نے ان عبارات کو جس اَنداز سے پیش کیا ہے اور اس کے بعد جن 'خیالات عالیہ' کا اِظہار کیا ہے اس سے یہ اَندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ شاہ جی اس موضوع کی اَبجد سے بھی واقف نہیں ہیں اور ایک معقول بات کو انتہائی نامعقول اَنداز میں پیش کررہے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے جب رات کو دن اور دن کو رات ثابت کرنے کا شوق چڑھا ہو تو معقولیت سے زیادہ اَلفاظ میں ہیر پھیر اور زبان کی تیزی کام آتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ 'سبعة أحرف' سے مراد مشہور 'سات قراءات' نہیں ہیں، بلکہ ان سات قراءات کو سب سے پہلے تیسری صدی ہجری میں امام ابوبکر بن مجاہد نے جمع کیا، انہوں نے حرمین (مکہ ومدینہ) عراقین (کوفہ وبصرہ) اور شام کے مشہور سات قراءِ کرام کو جمع کر دیا، کیونکہ اس زمانے میں یہی پانچوں شہر علوم وفنون کے مرکز تھے، اور فقہ واُصول فقہ، حدیث واُصول حدیث اور علوم دینیہ کا گہوارہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان پانچ شہروں کے سات مشہور قراءِ کرام کی قراءات کو جمع کر دیا تاکہ سات کا عدد حدیث مبارکہ میں مذکور 'سبعة أحرف' کے موافق ہو جائے۔ ان کا یا ان کے علاوہ کسی بھی اہل علم کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں تھا کہ مذکورہ قراءات سبعہ ہی 'أحرف سبعة' ہیں، یا ان کے ہاں سات قراءات کے علاوہ کوئی اور قراءت پڑھنا جائز نہیں ہے۔ [مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ: ۱۳/۳۸۹]

اِس علم سے وابستہ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ ذکر کردہ عبارتوں میں کوئی تضاد یا اِشکال نہیں ہے سبعہ اَحرف سے مراد سات ائمہ کی قراءات ہرگز نہیں ہیں، کیونکہ قرآن کریم کی متواتر قراءتیں ان سات قراءتوں میں منحصر نہیں ہیں بلکہ اور بھی متعدد قراءات تواتر کے ساتھ ثابت ہیں لیکن اگر ہمارے پاس سبعہ اَحرف سے متعلقہ کوئی چیز موجود ہے تو یہی عشرہ قراءات ہیں۔ اس حوالے سے اَحرف سبعہ اور قراءاتِ عشرہ کوئی الگ الگ چیز نہیں ہیں۔

④ جناب سید موصوف کا یہ بھی کہنا ہے:

- قاری صہیب اَحمد صاحب ابن ساعاتی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ''قراءاتِ سبعہ متواترہ ہیں، ہاں قرآن کا بعض حصہ غیر متواتر ہے جیسا کہ مالک اور ملک وغیرہ''
- لیکن اَگلے صفحہ پر امیر بادشاہ کے حوالے سے لکھتے ہیں ''قرآن سارے کا سارا متواتر ہے۔''

اِس سلسلہ میں ہم وضاحت کرتے چلیں کہ قرآن مجید کے تواتر کے ذیل میں جو اَقوال بیان کیے گئے ہیں وہ تواتر کی مختلف تعریفات کی بناء پر ہیں اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ قرآن کریم تواتر کے ساتھ منقول ہے، البتہ تواتر کے مفہوم کے بارے میں اَہل فن کا اختلاف ہے کہ تواتر کا اطلاق کس پر ہوگا؟ اس سلسلہ میں دو گروہ سامنے آئے ہیں:

① عام اصولی محدثین تواتر کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں:

''هو الخبر الذي رواه قوم لا يحصى عددهم ولا يتوهم تواطؤهم على الكذب.'

''ایسی خبر کو کہتے ہیں جس کو اتنے اَفراد روایت کریں کہ جن کا شمار ناممکن ہو اور جس کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔''

اس مؤقف کے قائلین کے ہاں قرآن مجید کا بعض حصہ غیر متواتر ہوگا۔

② جبکہ دوسرے گروہ کے نزدیک تواتر کا مفہوم یہ ہے:

''كل ما أفاد القطع فهو متواتر.'' [الفصول في مصطلح حديث الرسول: ۱۳]

''ہر وہ (خبر) جو قطعیت کا فائدہ دے وہ متواتر ہے۔''

جمہور کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے۔

جن لوگوں نے تواتر سے مراد حصول علم قطعی یقینی لیا ہے اُن کے ہاں پورے کا پورا قرآن متواتر ہے۔ اس اِعتبار سے قرآن بعض اَوقات خبر واحد المحتف بالقرائن سے بھی ثابت ہو جاتا ہے، کیونکہ ایسی خبر واحد جو محتف بالقرائن ہو وہ اِستدلال میں تواتر سے کسی لحاظ سے بھی کم نہیں ہے اور تواتر کی اصطلاحی تعریف کے ضمن میں ذکر کردہ دوسرے گروہ نے اسی خبر واحد کو تواتر سے تعبیر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں تفصیلی مطالعہ کے لیے 'رُشد قراءات نمبر حصہ دوم'

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں محترم آصف ہارون کے مضمون 'تواتر کا مفہوم اور ثبوتِ قرآن کا ضابطہ' اور ڈاکٹر حمزہ مدنی کے اِنٹرویو کے سوال نمبر ۱۶ تا ۲۲ کے جوابات کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کا فیصلہ قارئین پر ہی چھوڑتے ہیں کہ وہ سید صاحب کی علمیت پر کیا رائے قائم کرتے ہیں۔

⑤ شاہ صاحب کی زبان سے 'رُشد' میں موجود ایک اور بہت بڑا 'تناقض' ملاحظہ ہو، کہتے ہیں:

* حافظ اَنس نضر مدنی ایک جگہ اِرشاد فرماتے ہیں: وہ قراءات جن کی سند متواتر یا مشہور نہ ہو انہیں قراءات شاذہ کہا جاتا ہے، بطورِ قرآن ان کی تلاوت جائز نہیں۔
* لیکن فوراً ہی اگلے صفحے پر یہ تحقیق بھی قارئین کی نظر کرتے ہیں کہ تیسری قسم یعنی آحاد قراءت جو اگرچہ شاذہ میں شامل ہے لیکن بعض علماء اُسے نماز میں پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں۔''

اِختلاف کا وقوع پذیر ہونا ایک قدرتی اَمر اور دیانتداری کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ممکن حد تک اِختلاف کو ذکر کرنے کے بعد راجح مؤقف کی نشاندہی ضروری ہے۔ یہاں بھی معاملہ اس سے کچھ مختلف نہیں ہے۔

پوری اُمت کا اس اَمر پر اِتفاق ہے کہ قراءاتِ شاذہ قرآن کا حصہ نہیں ہیں اور بطورِ قرآن ان کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن چند علماء نے ایک غلط فہمی کی بناء پر قراءاتِ شاذہ کو بطور قرآن پڑھنے کی اِجازت دی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ فقہاء کے درمیان یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ اگر کوئی شخص حرمت کا اِرتکاب کرتے ہوئے نماز میں قراءۃ شاذۃ کی تلاوت کر لے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ تو چونکہ کچھ فقہاء نے بعض صورتوں میں ایسے شخص کی نماز کو جائز قرار دیا ہے تو اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ شاید یہ فقہاء نماز میں قراءۃِ شاذہ کی تلاوت کو جائز سمجھتے ہیں، اس غلط فہمی کی بناء پر بعض فقہاء کی طرف غلط طور پر قراءت شاذہ کی تلاوت کے جواز کا قول منسوب ہو گیا۔

◉ الدکتور محمد سالم محیسن نے لکھتے ہیں:

''جو شخص اس مسئلہ کے بارے میں علماء وفقہاء کے اَقوال کی روشنی میں غور کرے گا، وہ یقیناً یہی فیصلہ کرے گا کہ نماز یا اس کے علاوہ قراءۃِ شاذہ کی تلاوت حرام ہے۔'' [رحاب القرآن:۴۳۸]

ایک نہایت موٹی عقل والے شخص کو بھی یہ بات سمجھ آسکتی ہے کہ انس صاحب نے اگر کہا ہے کہ بعض علماء قراءتِ شاذہ کی تلاوت کے جواز کے قائل ہیں جبکہ راجح مؤقف کے مطابق وہ خود کہہ رہے ہیں کہ بطورِ قرآن اس کی تلاوت نہیں ہو سکتی تو جناب اس پر اس قدر بگڑنے کی کیا تک بنتی ہے۔

⑥ سلیم صاحب کو یہ بھی اعتراض ہے:

* اِنکارِ قراءات کے حکم کے تحت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب صریحاً لکھتے ہیں کہ اِنکارِ قراءات کے باعث کوئی کافر نہیں ہوگا
* جبکہ قاری صہیب اَحمد صاحب کا اِرشاد ہے کہ منکر قراءات کافر ہے۔

منکرِ قراءات کافر ہے یا نہیں، یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے جس میں ہر شخص کو رائے دینے کا اختیار حاصل ہے۔ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب اگر اِنکار قراءات پر تکفیر کے بجائے سخت گمراہی کا فتویٰ لگاتے ہیں تو وہ استحقاق رکھتے ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ منکرینِ حدیث کے بارے میں انکا مؤقف دوٹوک اور واضح ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک اور جگہ پر قراءاتِ قرآنیہ کے اِنکاری کے متعلق پوچھے گئے سوال پر فتویٰ دیا ہے اور اپنی اسی بات کو ذکر کرنے کے بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھتے ہیں:

''رہے منکرین حدیث جیسے غلام احمد پرویز اور اس کے ہم فکر لوگ تو یہ سنت وحدیث کی تشریعی حیثیت بگاڑنے اور قرآن پاک میں تحریف معنوی کی وجہ سے کافر ہیں ان کا قراءاتِ متواترہ کا اِنکار کرنا بھی قرآن کی تحریف کی قبیل سے ہے کسی بھی علمی اشکال پر مبنی نہیں ہے۔'' [رشد:۲/۲۸۳]

جناب سلیم صاحب آپ کے اِرشاد: ''رِوایات کی روشنی میں قرآن کے حکم کو تبدیل کرنا ان حضرات کے لیے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔'' سے بخوبی سمجھ آرہا ہے کہ آپ کا تعلق کس صنف سے ہے اور ڈاکٹر صاحب آپ کے متعلق کس قسم کے نقطہ نظر کے حامل ہیں۔

جہاں تک تعلق ہے منکر قراءات کے کافر ہونے یا نہ ہونے کا تو اس سلسلے میں 'رُشد' کیا کہتا ہے ملاحظہ کیجئے:

''مسلمانوں کے جمیع مکاتب فکر اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص ان قراءات کا کھلم کھلا اِنکار کرتا ہے، وہ منکر قرآن ہونے کی وجہ سے صریحاً کافر ہے، البتہ جسے تاویل کی غلطی نے اس طرف مائل کیا ہے تو وہ بھی گمراہ، بلکہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔'' [رشد:۲/۱۴۴]

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، جس حرف کے مطابق قرآن کی تلاوت کرو گے درست قراءت کرو گے، اس کے متعلق جھگڑا نہ کیا کرو، کیونکہ قرآن کریم میں جھگڑنا کرنا کفر ہے۔'' [مسند أحمد:۴/۲۰۴]

حافظ عبدالستار حماد کے الفاظ میں 'رُشد' کے مؤقف کی وضاحت ملاحظہ ہو:

جب قرآن کریم کے کسی حرف کے متعلق جھگڑا، اختلاف کرنا کفر ہے تو اس سے اِنکار کرنا تو بالاولی کفر ہوگا، لیکن ہم اِسے ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں: ہمارے رجحان کے مطابق اس اِنکار کی تین وجوہات ممکن ہیں:

① جہالت کی وجہ سے اِنکار کرنا ② کسی تاویل کی بنیاد پر اِنکار کرنا ③ تکبر وعناد کی بناء پر اِنکار کرنا

اگر کوئی شخص جہالت ولاعلمی کی وجہ سے قراءت متواترہ کا اِنکار کرتا ہے تو اسے کافر قرار دینے کے بجائے اس کی جہالت دور کی جائے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ دورانِ سفر اپنے باپ کی قسم اٹھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لاعلمی اور جہالت کے پیش نظر انہیں کافر قرار نہیں دیا اور نہ ہی اسے تجدید ایمان کے لیے کہا بلکہ ان کی جہالت دور کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں باپ دادا کی قسم اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔'' [صحيح البخاري، الادب:٦١٠٨]

لیکن اس جہالت کی کچھ حدود وقیود ہیں مطلق جہل کو کفر سے مانع نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ اس سے مراد وہ جہالت ہے جسے کسی وجہ سے اِنسان دور نہ کرسکتا ہو خواہ وہ خود مجبور ولاچار ہو یا مصادر علم تک اس کی رسائی ناممکن ہو، لیکن اگر کسی انسان میں جہالت کو دور کرنے کی ہمت ہے اور اسے اس قدر ذرائع و وسائل میسر ہیں کہ وہ اپنی جہالت دور کرسکتا ہے، اس کے باوجود وہ کوتاہی کا ارتکاب کرتا ہے تو ایسے انسان کی جہالت کو کفر سے مانع قرار نہیں دیا جاسکے گا۔

چنانچہ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیا کرتے جب تک اپنا رسول نہ بھیج لیں'' [الاسراء:۱۵]

اس آیت کے تحت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بندوں پر اِتمام حجت کے لیے دو چیزوں کو لانا ضروری ہے:

① اس کی طرف سے نازل شدہ تعلیمات کو حاصل کرنے کی ہمت رکھتا ہو۔

② ان پر عمل کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ [مجموع فتاویٰ:۱۲/۴۷۸]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِس سے معلوم ہوا کہ جہالت و لاعلمی کو اتمام حجت کے سلسلہ میں ایک رکاوٹ شمار کیا گیا ہے، اس لیے ہمیں چاہئے کہ اگر کوئی جہالت کی وجہ سے قراءاتِ متواترہ کا انکار کرتا ہے تو اس کی جہالت دور کی جائے۔

اگر قراءاتِ متواترہ کا انکار کسی معقول تاویل کی بنا پر کرتا ہے تو اسے بھی معذور تصور کیا جائے گا، لیکن تاویل کے لیے ضروری ہے کہ الفاظ میں عربی قاعدہ کے مطابق اس تاویل کی کوئی گنجائش ہو اور علمی طور پر اس کی توجیہہ ممکن ہو۔ اگر کسی کو اس تاویل سے اتفاق نہ ہو تو اسے کافر کہنے کی بجائے تاویل کنندہ کی تاویل کا بودا پن واضح کر دیا جائے، لیکن ہر تاویل، تکفیر کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتی، اگر تاویل کی بنیاد محض عقل و قیاس اور خواہشات نفس ہیں تو اس قسم کی تاویل کرنے والا معذور نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اِبلیس لعین سے سوال کیا تھا کہ تو نے آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا تو تاویل کا سہارا لیتے ہوئے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔ [الأعراف:۱۲]

اس طرح باطنی حضرات کی تاویلات ہیں جن کی بنیاد پر انہوں نے شرعی واجبات سے راہِ فرار اختیار کیا ہے۔ بہرحال اگر کسی نے متواتر قراءات کا انکار معقول تاویل کی وجہ سے کیا ہے تو اُسے کافر نہیں قرار دیا جائے گا۔ البتہ اگر کوئی شخص تکبر وعناد اور بدنیتی کی بناء پر قراءاتِ متواترہ کا انکار کرتا ہے تو اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں ہے ایسا انسان بالاجماع گمراہ اور اہل ایمان کے راستہ سے ہٹا ہوا ہے۔ [رشد:۱۵۸/۲]

یہی رائے جمہور کی بھی ہے کہ قراءاتِ متواترہ کے بارے میں علم ہونے کے باوجود جو شخص ان کا انکار کرے گا اسے بلاتردد کافر قرار دیا جائے گا۔ علامہ ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''أن الإجماع منعقد على أن من زاد حركة أو حرفا في القرآن أو نقص من تلقاء نفسه مصرا على ذلك يكفر .'' [منجد المقرئين:ص۹۷ ، ۲٤٤]

''اور اس بات پر اُمت کا اجماع ہے کہ جو کوئی اپنی طرف سے قرآن کریم میں کسی حرکت یا حرف کا اضافہ کرے یا کمی کرے (تنبیہ کیے جانے اور تواتر تسلیم ہو جانے کے باوجود) اس (کمی وزیادتی) پر مصر ہو تو وہ کافر ہے۔''

ⓒ سید صاحب مزید لکھتے ہیں:

✳ قرآن اور قراءات مختلف ہیں یا ایک، اس کے بارے میں اَحمد میاں تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ ''آپ یوں نہیں کہہ سکتے کہ یہ قراءات ہیں اور یہ قرآن ہے اگر آپ قرآن اور قراءات کو الگ الگ کریں گے تو اس میں قرآن کس کو کہیں گے؟''

✳ حمزہ صاحب کا خیال ہے کہ ''قرآن اور قراءات میں فرق ہے قرآن کہتے ہیں ان الفاظ کو جو منزل من اللہ ہیں اور قراءات اس قرآن کی خبر کو کہتے ہیں۔''

✳ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کا خیال ہے کہ ''قرآن اور چیز ہے اور قراءات اور چیز ہیں قرآن تو اس چیز کا نام ہے جو مصاحف کے اَندر ثبت ہے اور رسول ﷺ پر نازل کیا گیا ہے اور تواتر سے نقل ہوتا چلا آیا ہے جبکہ قراءات زبان سے اس کی اَدائیگی کا نام ہے قرآن ایک ہے اور قراءات متعدد ہیں'' مدنی صاحب بھی قراءات اور قرآن کو ایک ہی چیز قرار دیتے ہیں۔''

اِس قدر لکھنے کے بعد سید صاحب کچھ زیادہ ہی سیخ پا ہو گئے ہیں اور محترم حافظ زبیر صاحب کی زندگی کا مشن جاوید

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَحمد غامدی صاحب کی مخالفت قرار دے رہے ہیں۔ اس کا جواب تو محترم حافظ صاحب کی وہ رشحات علم ہی ہیں جو آپ کو گاہے گاہے آئینہ دکھاتی رہتی ہیں۔ وہ آپ کی آنکھوں میں اس لیے کھٹکتے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث کے مستند ذرائع سے لیس ہوکر اَبطال باطل اور اِستحاق حق کا فریضہ جو اَدا کر رہے ہیں اور وہ آپ کے بگھارے ہوئے فلسفے کے غبارے سے ہوا نکالنے میں کسی قسم کی دقیقہ فروگزاشت جو نہیں کرتے۔

رہی بات قرآن اور قراءات کے مابین فرق کی تو اس سلسلے میں گذارش ہے کہ قرآن اور قراءات کے مابین وہی فرق ہے جو حدیث اور سنت کے درمیان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اَقوال، اَفعال اور تقریرات کو سنت کا نام دیا جاتا ہے تو اس کی خبر کو حدیث کا۔ اس اِعتبار سے آپ سنت اور حدیث کے مابین فرق بھی قرار دے سکتے ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حدیث اور سنت کے درمیان کوئی فرق نہیں، کیونکہ بنیادی طور پر یہ ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ بالکل اسی طرح قراءات کے اَندر ہم جو چیز پڑھ رہے ہیں وہ قرآن ہے اور اس پڑھنے کا نام قراءات ہے۔ 'الحمد للہ رب العالمین' قرآن مجید کو کہا جائے گا اور جس علم میں اُسے بطورِ روایت نقل کیا جائے گا اسے علم قراءات کا نام دیں گے۔ جن حضرات نے قرآن اور قراءات کے مابین فرق بیان کیا ہے انہوں نے اسی پہلو کو سامنے رکھ کر ایسا کہا ہے۔ ورنہ قرآن کو قراءات سے یا قراءات کو قرآن سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

⑧ سید صاحب کی نگاہِ عیار نے دو جملے اور ڈھونڈ مارے ہیں جن سے قراءاتِ قرآنیہ کے بارے میں 'ڈھیروں شکوک وشبہات' پیدا ہورہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

* نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں جو مکمل قرآن لکھوایا تھا ڈاکٹر حمزہ مدنی اس کی ایک حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ ''مابعد اَدوار میں قرآن یا اس کے لفظوں کے حوالے سے کوئی اختلاف پیدا ہوجائے تو کوئی اَیسا معیار موجود ہو جو اختلافات کی صورت میں بطور معیار موجود ہو''۔

* جبکہ اگلے ہی صفحہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ قرآن کی حکمت بیان کرتے ہیں کہ ''اس ضمن میں درپیش مشکل یہ تھی کہ لوگ قرآن کی تبیین کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے اِرشادات کو بھی قرآن سے الگ نہ لکھنے کی وجہ سے غلطی سے تلاوت قرآن میں بطورِ قراءات داخل کرلیا جاتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کسی مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس قسم کے تغییری کلمات کا اِختلاف بھی زوروں پر پہنچا ہوا تھا۔''

سید صاحب نے یہاں دو جملوں 'ایسا معیار موجود ہو جو اختلافات کی صورت میں بطور معیار موجود ہو' اور 'حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کسی مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی' کو نشانے پر رکھتے ہوئے اس میں کجی کی صورت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ قارئین کرام اگر جمع قرآنی کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ اور مابعد اَدوار کی تمام کیفیات پیش نظر رہیں تو اس قسم کے خیالات کا ابطال کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ رسولِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کریم جہاں لوگوں کے ذہنوں کی تختیوں پر نقش تھا وہیں یہ اَلفاظ کی صورت میں بھی مختلف لوگوں کے پاس موجود تھا، اور رسول اللہ ﷺ کا اَیسا کرنے کا مقصد اس اَندیشے کو زائل کرنا تھا کہ مابعد اَدوار میں باقاعدہ ایک معیار کی عدم موجودگی میں اس میں کمی یا بیشی نہ کردی جائے۔ سرورِ دو عالم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کے اتفاق سے اس مختلف جگہوں پر لکھے ہوئے قرآن کو ایک جگہ پر مرتسم کردیا اور اُسے اپنے پاس محفوظ رکھا۔ پھر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ مصحف آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ مصحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس منتقل ہوگیا۔ یاد رہے کہ یہ مصحف لوگوں کے پاس موجود نہیں تھا صرف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ تھا۔ اَب آپ حمزہ صاحب کی ذکر کردہ وہ مکمل عبارت ملاحظہ کریں جس کا ایک حصہ نقل کرکے سید صاحب اپنے آپ کو تیس مارخاں سمجھنے لگے ہیں۔

''قرآن مجید کی اِبتدائے کتابت کے دور میں فرمایا تھا: «لَا تَكْتُبُوْا عَنِّيْ، وَمَنْ كَتَبَ عَنِّيْ غَيْرَ الْقُرْآنَ فَلْيَمْحُهُ» .[صحیح مسلم: ۵۳۲۶] کہ مجھ سے قرآن کریم کے علاوہ کچھ نہ لکھو، تاکہ وحی باللفظ کا وحی بالمعنیٰ سے اِختلاط نہ ہوجائے، چنانچہ جب اِختلاط کا اَندیشہ ختم ہوگیا تو آپ نے حدیث لکھنے کی اِجازت دیدی، جیسا کہ روایات میں موجود ہے۔ اس ضمن میں درپیش مشکل یہ تھی کہ لوگ قرآن کی تبیین کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے اِرشادات کو بھی قرآن کے ہمراہ لکھ لیتے تھے، جنہیں بعد اَزاں قرآن سے الگ نہ لکھنے کی وجہ سے غلطی سے تلاوتِ قرآن میں بطورِ قراءات داخل کرلیا جاتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کسی مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس قسم کے تفسیری کلمات کا اختلاف بھی زوروں پر پہنچا ہوا تھا۔ لوگوں میں ان تفسیری توضیحات کے ضمن میں شدید اِختلاف چل رہا تھا کہ بعض لوگ اُنہیں قراءت کا درجہ دے کر باقاعدہ تلاوت کرتے۔''

اگر ہم ایک حوالے سے جناب سید کے مشکور نہ ہوں تو اِنتہائی نامناسب ہوگا کہ انہوں نے تضاداتِ رُشد پیش کرکے اہلِ رُشد کو 'بے حال' کرنے کے بعد اپنی گذارشات کے اَخیر میں 'رُشد' کے دو تین مضامین کو 'قابل قدر' بھی قرار دے دیا ہے۔ جس میں ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب، قاری حبیب الرحمٰن صاحب اور محترم عبدالعزیز القاری صاحب کے مضامین شامل ہیں اوران مضامین کی پسندیدگی کی وجہ وہ عبارتیں ہیں جن کو سید صاحب نے سیاق وسباق سے ہٹا کر پیش کرنے کے بعد کھینچ تان کر یہ تأثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ 'سبعہ اَحرف' کا مفہوم ابھی تک واضح نہیں ہو پایا ہے۔

سید صاحب آپ نے ڈاکٹر عبدالعزیز القاری کے مضمون کو قابل قدر قرار دیا ہے۔ تو ہم سبعہ اَحرف اور قراءاتِ قرآنیہ سے متعلق انہی کا مؤقف پیش کرتے چلیں۔ ڈاکٹر عبدالعزیز القاری لکھتے ہیں:

''اَحرف سبعہ قراءات کی متعدد وجوہ ہیں جو باہم مختلف ہیں۔ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں اور قاری کے لیے جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک وجہ پر قرآن کی تلاوت کرے اور اس کی یہ تلاوت قرآن کی تلاوت ہی سمجھی جائے گی۔ سبعہ کے عدد سے مراد یہ ہے کہ وجوہ قراءات (جو کہ منزل من اللہ ہیں) قرآن کے کسی ایک کلمہ میں اختلاف وتغیر کی اَنواع میں سے کسی ایک نوع کے ضمن میں زیادہ سے زیادہ سات تک ہوسکتی ہیں اسی طرح یہ بات لازمی نہیں کہ قرآن میں ہر جگہ پر تعداد سات ہی ہو۔ بلکہ لازم یہ ہے کہ بعض جگہ کم تو ہوسکتی ہے لیکن کسی بھی جگہ زیادہ سے زیادہ ایک کلمہ میں تبدیلی کی سات انواع ہی ہوسکتی ہیں۔''

اَخیر میں ہم سید صاحب سے یہی عرض کریں گے کہ جناب! حدیث سبعہ اَحرف کے مفہوم سے متعلق بحث معرکۃ الآراء مسائل میں سے ہے جس کی تشریح وتعبیر میں اہل علم کے متعدد اَقوال موجود ہیں لیکن یہ بات طے ہے کہ سلف و خلف میں کوئی اَہل علم بھی تعددِ قراءات یا متنوع اَسالیب تلاوت کے نزول کا اِنکاری نہیں، بحث صرف سبعہ اَسالیب تلاوت کے بارے میں ہے جو ایک علمی بحث ہے اور متنوع قراءاتِ قرآنیہ سے اس کا تعلق بھی اضافی ہے۔

——————*

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ